غور تو کیجئے۔ یہ خدا کا کیا تخیل ہوا۔ کیا خدا سے محبت کرنے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ ایک نہایت حسین، نوعمر معشوق کا خیال معہ اُس کے زلف و عارض و خال کے کیا جائے کیا یہ محبت و عشق ساغر و مے و خرابات، رندان مست کے ہی خیالات میں ظاہر ہو سکتی ہے۔ ان الفاظ سے تو ڈر لگتا ہے کہ معلوم نہیں یہ لوگ اپنے دل میں خدا کا کیا اور کس شکل میں تصور کرتے ہیں۔ اور پھر اس سے اظہار محبت کرتے ہیں۔ اور معلوم نہیں "وصل" سے کیا مراد لیتے ہیں۔ لیکن قرآن شریف بھی خدا سے محبت کرنے کا طریقہ بتاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ - ۳ : ۳۱

"کہہ دے اے رسولؐ کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت و پیروی کرو۔ خدا بھی تم کو دوست رکھے گا۔ اور تم کو تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے"۔ گویا خدا سے محبت کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اُس کے رسولؐ کی اطاعت کی جائے۔ اور خدا کا محبت کرنا یہ ہے کہ وُہ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ کیسی سیدھی سی بات ہے جس کو محفل قوالی کے قال و "حال" میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ جو طریقہ قرآن شریف نے بتایا ہے وُہ دُنیا کے کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا۔ جب خدا کا لفظ تو مسیحیت میں ملتا ہے، لیکن "کس طرح محبت کی جائے" نہیں بتایا گیا۔

(۶) **اطاعتِ رسولؐ**:۔ چونکہ تصفیۂ قلب و تزکیۂ نفس اطاعتِ رسولؐ پر مبنی ہے، لہٰذا قرآن شریف میں اس پر بہت زور دیا گیا ہے۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ - ۳ : ۳۲

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ - ۴ : ۸۰

ایسی بہت سی آیات ہیں جن میں اطاعتِ رسولؐ پر زور دیا گیا ہے۔

اطاعتِ رسولؐ کے کیا معنی ہیں، اور اس سے کیا نتائج نکلتے ہیں۔ یہ ہم آگے چل کر عنوانِ نبوت کے تحت میں بیان کریں گے۔

(۷) **دینِ یسر**:۔ فقۂ اسلام کی یہ بہت بڑی خصوصیت ہے کہ یہ مطابقِ فطرتِ انسانی ہے، لہٰذا سہل ہے:۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ - ۲ : ۱۸۵

Marfat.com

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر انسان اپنی سہولت وضرورت کے مطابق اپنے قیاس اوامر ونواہی خداوندی کی تاویل کرتا رہے۔ اور جو اُس کی خواہش کے مطابق ہو اُس کی پیروی کرے، اور جو اُس کی خواہش کے خلاف ہو اُس کو نظرانداز کر دیا کرے۔ حدود و قیود تو ہر ایک نظام میں ہوتے ہیں اور اسی طرح اسلام میں ہیں۔ مثلاً کوئی شخص نماز روزوں کی تعداد میں اپنی سہولت کے مطابق کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ دنیا میں کسی جاندار کی زندگی حیوانی ہو یا انسانی، بغیر حدود وقیود کے نہیں ہے۔ اُس انسان وحیوان کو پاگل سمجھا جاتا ہے جو ان حدود وقیود کو نظرانداز کر دیتا ہے۔ انسانی عقل اور حیوانی عقل دونوں میں حدود وقیود ہیں۔ اسلام کو دین یسر یعنی آسان دین کہتے ہیں، دینِ بے قیود نہیں کہتے۔

(۸) **شفاعت**:۔ اسلام کی شفاعت میں اور دیگر ادیان کے تخیل شفاعت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ کفار عرب کا تو عقیدہ تھا کہ ہمارے لیئے ہماری خواتین خدا یعنی لات ومنات وعزیٰ کافی ہیں۔ خواہ ہمارے اعمال ہی خراب کیوں نہ ہوں، وہ ہماری شفاعت خدائے اعظم سے کریں گی۔ اور اُس خدائے اعظم کا فرض ہوگا کہ اُن کی شفاعت قبول کرے۔ یونانیوں کے علم الاصنام میں تو یہ شفاعت جبر کی حد تک پہنچ جاتی تھی۔ خدائے اعظم ZEUS کو باقی خدا اتنا مجبور کرتے تھے کہ وہ اُن کی شفاعت کو جو دراصل حکم ہوا کرتی تھی، ماننے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ مسیحیت میں خدا کی اس مجبوری کا اظہار دوسری طرح کیا گیا ہے۔ جب خدا نے شیطان کی زیادتیاں دیکھیں اور دنیا میں گناہ کی کثرت کا مشاہدہ کیا تو اُسے بہت رنج ہوا۔ لہٰذا اُس نے اپنے بیٹے حضرت عیسےٰ کو بنی نوع انسان پر قربان کیا اور صلیب کے لیئے پیش کیا۔ تمام بنی نوع انسان (یا یوں کہو کہ دنیائے مسیحیت کے گناہوں کو اپنے اوپر لے کر حضرت عیسےٰ تو صلیب پر چڑھ گئے۔ اور اب بنی نوع انسان جو مسیحیت میں داخل ہو گئے، اپنے گناہوں سے پاک ہو گئے اور بخشے جائیں گے اس کو Atonement کہتے ہیں۔ جب حضرت عیسےٰ کی خلافت پاپائے اعظم تک پہنچی تو انہوں نے بھی اس حق شفاعت میں سے کچھ حصہ لیا اور پروانۂ نجات (Papal Dispensation) گناہگاروں کو دے کر اور نذرانہ لے کر اُن کی نجات کے ضامن بن گئے۔

لیکن اسلام میں شفاعت کا تصور بالکل مختلف ہے۔ کوئی شخص خدا سے سفارش

Marfat.com

شفاعت ہی نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ خداوند تعالےٰ اُس کو شفاعت کرنے کی اجازت نہ دے۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اگر اجازت بھی مل گئی تو وہ اُس شخص ہی کی شفاعت کر سکتا ہے جس کی شفاعت کرنے کی خدا اجازت دے۔ کیسے لوگ سفارش کر سکتے ہیں یعنی کیسے لوگوں کو شفاعت کرنے کی اجازت ملے گی؟ اس کو بھی خداوند تعالےٰ نے بتا دیا ہے:۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ ۝ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَهُمْ مِّنْ خَشْیَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۝ ۲۱: ۲۶، ۲۷، ۲۸۔

ترجمہ:۔ اور (اہلِ مکہ) کہتے ہیں کہ خدا نے (فرشتوں کو) اپنی اولاد (بیٹیاں) بنا رکھا ہے۔ (حالانکہ) وہ اس سے پاک و پاکیزہ ہے بلکہ (وہ فرشتے) خدا کے معزز بندے ہیں۔ یہ لوگ اس کے سامنے بڑھ کر بول نہیں سکتے۔ اور یہ لوگ اسی کے حکم پر چلتے ہیں۔ وہ (خدا) جانتا ہے جو کچھ اُن کے سامنے ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے ہے اور یہ لوگ اس شخص کے سوا جس سے خدا راضی ہو کسی کی سفارش بھی نہیں کرتے اور یہ لوگ خود اُس کے خوف سے (ہر وقت) ڈرتے رہتے ہیں۔

اگرچہ یہ آیات فرشتوں کے متعلق ہیں اہلِ مکہ کے اس قول کی تردید میں ہیں کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اور ہماری سفارش اور شفاعت کرتی ہیں۔ لیکن دراصل ان میں "مکرموں" کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔ خدا کے بندوں میں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو مکرموں کی تعریف میں آتے ہیں۔ ان کی صفات میں سے ایک یہ صفت بھی ہے کہ وہ شفاعت کر سکتے ہیں۔ چونکہ وہ ہر وقت خدا کے حکم پر چلتے رہتے ہیں، اور اُس کی رضا کے شناسا ہیں لہٰذا وہ سفارش اور شفاعت ہی اُن لوگوں کی کرتے ہیں جن سے خدا راضی ہے۔

صلحاء و شہداء و صدیقین کا طبقہ مکرموں کا ہے۔ یہ ہم کو اس آیت سے معلوم ہوا:۔ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ ۝ ۳۶: ۲۶، ۲۷

جب حبیب بخار کو اُن کی قوم نے بوجہ اُن کے ایمان لانے کے قتل کر دیا

Marfat.com

اور موت کے بعد جو عزت خدا نے اُن کو دی اُس کو دیکھ کر اُنہوں نے کہا:۔

ترجمہ:۔ میرے پروردگار نے جو مجھ کو بخش دیا اور مجھے معزز لوگوں کی جماعت میں شامل کر دیا۔ کاش میری قوم کے لوگ اُس کو جانتے"۔

ہمارا یقینِ کامل ہے کہ جناب محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے آئمہ اہلبیت علیہم السلام کو خداوند تعالےٰ نے شفاعت کی عام اجازت دے رکھی ہے۔ جس شخص کی وہ چاہیں سفارش و شفاعت کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کو خطاب کر کے ہمیں خبر دی گئی ہے کہ: وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ۔ ۷۶ : ۳۰

(۹) شُکر:۔ ہر ایک نعمت جو انسان کو ملے، اس کے لیئے خدا کا شُکر ادا کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکُمْ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ - ۱۴ : ۷۔ اگر شکر کیا، تو نعمت زیادہ ہوگی۔ اگر کفرانِ نعمت کیا، تو خدا کا عذاب نازل ہوگا۔

نَجَّیْنٰھُمْ بِسَحَرٍ نِّعْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا کَذٰلِکَ نَجْزِیْ مَنْ شَکَرَ۔ ۵۴ : ۳۴، ہم اسی طرح شکر کرنے والوں پر اپنا فضل و کرم کرتے ہیں۔

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا ؕ وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ۔ ۳۴ : ۱۳۔

ترجمہ:۔ اے آلِ داؤدؑ تم شکر کرو۔ میرے بندوں میں سے بہت کم شکر کرنے والے ہیں۔

جناب امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: "توراۃ میں لکھا ہے کہ تم شکر کرو اس کا جو تم کو کوئی نعمت دے۔ اور نعمت دو اُس کو جو تمہارا شکر ادا کرے۔ کیونکہ اگر تم نے شکر ادا کر دیا، تو پھر نعمتوں کے لیئے زوال نہیں ہے۔ اور اگر تم نے کُفرانِ نعمت کیا، تو پھر اُن کے لیئے بقاء نہیں ہے۔

جناب امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اُن کے ہوتے ہوئے کوئی امر نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ دُعاء مصیبت کے وقت، اِستغفار گناہ کے وقت اور شکر نعمت کے وقت۔

شکر کے ادا کرنے کا طریقہ آپ بتاتے ہیں:۔ شکر النعمۃ اجتناب المحارم وتمام الشکر قول الرجل "الحمد للہ رب العالمین"۔ یعنی شکر اس طرح ادا

Marfat.com

ہوتا ہے کہ حرام امور سے پرہیز کیا جائے۔ اور تمام شکر ہے کہ انسان کہے۔
"الحمد للہ رب العالمین"۔

شکر قول و فعل و دل سے ادا ہوتا ہے۔ افبنعمة ربك فحدث۔ اور ارشاد ہوتا ہے اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ۔ ۲۸ : ۷۷

(۱۰) صبر۔ قرآن شریف میں صبر کی بہت تاکید ہے۔ اور صابر کا بہت اعلےٰ درجہ ہے۔ تمام آیات کا یہاں نقل کرنا باعثِ طوالت ہوگا۔ آئمۂ حق کی خاص شناخت صبر سے ہوتی ہے۔ اور کسی دین میں صبر کو یہ درجہ نہیں دیا۔ مصائبِ دنیا و آلامِ زندگی کی تشریح ہی بہت حد تک صبر اور امتحان کے تصورات سے ہوتی ہے۔ جناب امام جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ الصبر من الایمان بمنزلة الراس من الجسد فاذا ذهب الراس ذهب الجسد كذلك اذ ذهب الصبر ذهب الايمان۔

ترجمہ:۔ صبر کو ایمان سے وہ ہی نسبت ہے، کہ جو سر کو جسم سے ہے۔ جب سر چلا جاتا ہے تو جسد بھی مردہ ہو جاتا ہے، اسی طرح جب صبر چلا جاتا ہے تو ایمان بھی گم ہو جاتا ہے۔

جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

الصبر صبران صبر عند المصيبة حسن جميل و احسن من ذالك الصبر عند ما حرم الله عزوجل عليك و الذكر ذكران ذكر الله عزوجل عند المصيبة و افضل من ذالك ذكر الله عند ما حرم الله عليك فيكون حاجزا۔

ترجمہ:۔ صبر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو صبر مصیبت کے وقت، یہ بھی بہت اچھا صبر ہے۔ لیکن اس سے بھی بہتر صبر وہ ہے جو اُن چیزوں سے کیا جائے جو خدا نے تم پر حرام کر دی ہیں۔ اسی طرح ذکر بھی دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو ذکرِ خدا مصیبت کے وقت، اور اس سے بھی افضل ذکرِ خدا وہ ہے جو محرمات سے بچنے کے وقت کیا جائے۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ الجنة محفوفة بالمكارة

Marfat.com

واصبر فمن صبر علی المکارہ فی الدنیا دخل الجنۃ وجھنم محفوفۃ باللذات والشھوات فمن اعطی نفسہ لذتھا وشھوتھا دخل النار۔

ترجمہ: جنت مصائب دُنیا اور صبر کے درمیان ہے۔ جس نے دنیا کے مصائب و آلام پر صبر کیا وُہ جنت میں داخل ہوُا۔ اور جہنم لذات و خواہشات کے درمیان ہے۔ جس نے اپنے نفس کی لذات و خواہشات کو پُورا کیا، وُہ دوزخ میں داخل ہوُا۔

(۱۱) **اتفاقات**:۔ اسلام میں اتفاق Chance کوئی شئے نہیں۔ جو کچھ ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر آدمی کا پیر پھسل کر وُہ گر جاتا ہے یا تیز موٹر کار کی زد میں آجاتا ہے، تو اس کو بھی اتفاق نہیں کہا جائے گا۔ جس طرح نپولین کی رائے میں ناممکن کا لفظ لغت سے نکال دینا چاہیئے، اسی طرح اسلامی ڈکشنری سے اتفاق کا لفظ نکال دینا چاہیئے۔ جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کے حکم و ارادہ و اجازت سے ہوتا ہے یا اس کے نہ روکنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جیسا قرآن شریف میں درج ہے۔ اگر خدا چاہے، تو کوئی کفر ہی نہ کرے، اور اگر خدا روک دے تو شیطان بدی ہی نہ کر سکے۔

(۱۲) **حقیقتِ دُنیا اور مقصدِ حیاتِ انسان**:۔ صحیح فلسفہ کا پہلا کام یہ ہے کہ وُہ دنیا کی حقیقت کو معلوم کرے اور بتائے کہ اس دنیا میں انسان کا مقصدِ حیات کیا ہے۔ اور اُس کو وُہ کس طرح پورا کر سکتا ہے۔ تمام فلسفے اور سب غیر الہامی مذاہب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حیاتِ انسان کا مقصد اس دنیا ہی میں پُورا ہو جاتا ہے یا ہو جانا چاہیئے۔ اگر اُنہوں نے اپنے طریقہ سے کسی مافوق الطبیعیات طاقت کو مانا تو فقط اس لیئے کہ وُہ انہیں اس دنیا کی لذات سے بہرہ اندوز کرے اولاد عطا کرے۔ مویشیوں میں کثرت ہو۔ فصلیں اچھی اور وافر ہوں۔ تجارت میں فائدہ ہو۔ اگر یہ ہو گیا تو بس اُن کا مقصدِ حیات پُورا ہو گیا۔ اور اس ہی مقصد کے حصول کے لیئے وہ اپنے خود ساختہ خداؤں سے التجا کرتے تھے۔ پہلا سوال یہ ہے کہ کیا یہ صحیح مقصدِ حیات انسان ہے۔ اگر اس دنیا میں انسان کو مکمل خوشی حاصل ہو جاتی ہے یا ہو سکتی ہے اور جو جسمانی اور روحانی قوائے عملیہ و عقلیہ اس کو دیئے

گئے ہیں اُن کا پُورا پُورا ارتقاء اور نشوونما اس دنیا کی زندگی میں ہو جاتا ہے اور جو طاقتیں یا ترقی کے امکانات انسان میں ودیعت کئے گئے ہیں وُہ خاطر خواہ پورے ہو جاتے ہیں اور انسان کو پوری پوری تسکین اور خاطر جمعی حاصل ہو جاتی ہے، تو ہم نتیجہ نکالیں گے کہ ان حکماء کا مقرر کردہ مقصدِ حیات صحیح ہے۔ اور ہماری ساری کوششیں اس دنیا کی زندگی کے لیئے ہونی چاہئیں۔ لیکن معاملہ برعکس ہے اور ہماری قوائے جسمانیہ اور روحانیہ کی پوری تکمیل کیلئے یہ زندگی کافی نہیں ہے۔ آخری عمر میں جب ہم موت کے نزدیک پہنچتے ہیں اور گزری ہوئی زندگی کو مڑ کر دیکھتے ہیں، تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے قوائے جسمانیہ اور روحانیہ کے ارتقاء کے لیئے تو ابھی بہت وسیع میدان اور عظیم الشان امکان باقی ہے۔ یہ گزری ہوئی زندگی تو محض ایک خواب پریشان معلوم ہوتی ہے جس کی ابھی تعبیر بھی نہیں نکلی۔ شوق و خواہش پرواز بہت، لیکن فضائے پرواز کچھ بھی نہیں ہم نے اس زندگی سے پایا کیا؟ کچھ نا اُمیدیاں، کچھ غم و الم، کچھ حسرتیں۔ یہ ہیں وہ ساتھی، جن کو اپنے ساتھ لے کر ہر ایک انسان قبر میں جاتا ہے۔ خواہ بادشاہ ہو، خواہ فقیر۔ دنیا کی ساخت ہی ایسی ہے، کہ انسان کے لیئے اس میں خوشی ناپید ہے۔ جن راحتوں کو ہم نے بہت تکلیف اُٹھا کر حاصل کیا تھا، وُہ راحتیں حاصل ہوتے ہی فکر میں مبدل ہو گئیں۔ جس حُسن پر ہم جان دیتے تھے وُہ کہاں گیا؟ جس معشوقہ پر ہم کو ناز تھا، وُہ تو محض حماقت ثابت ہوا۔ جوانی میں بہت اچھے اچھے خواب دیکھا کرتے تھے، وہ خوابوں کی رات بھی چشمِ زدن میں گزر گئی۔ اصلی خوشی نہ بچپن میں ملی اور نہ جوانی میں۔ بڑھاپے میں تو خوشی کا لفظ بھی زبان پر آنا ایک مضحکہ خیز بات معلوم ہوتی ہے۔ دنیا کی راحت بھی کوئی راحت ہے۔ ابوالعتاہیہ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

خَلَقَتْ مُمَازَجَةٌ بِمَرَارَةٍ وَ رَاحَتُهَا مَمْزُوجَةٌ بِعَنَاءِ

"دنیا کی مٹھاس میں کڑواہٹ ملی ہوئی ہے، اور اُس کی راحتوں میں تکلیفیں شامل ہیں" غالب کہتے ہیں ؎

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں؟

Marfat.com

شیخ سعدیؒ نے سچ کہا ہے کہ "آنچہ پایندگی ندارد دلبستگی رانشائید"۔ دُنیا کی کسی شئے کو، کسی حالت کو ثبات نہیں۔ دوام نہیں۔ ہماری زندگی ایک بہتا ہوا دریا ہے جس کا ہر قطرہ گزرنے کی حالت میں متحرک ہے۔

چنانچہ کہنے والا کہتا ہے ؎

دگرگوں مے شود احوال عالم بہر ساعت بہر لحظہ بہر دم!

ایسی حالت میں خوشی و راحت کی تلاش بے سُود ہے۔ انسان کی زندگی محض ایک خیال ہے۔ انسان ماضی کی یاد میں اور مُستقبل کی اُمید میں زندگی بسر کرتا ہے اور یہ دونوں خیالی حالتیں ہیں۔ حال تو ایسی تیزی سے گزر رہا ہے، کہ گویا ہے ہی نہیں۔ جو لمحہ آیا وُہ فوراً ماضی میں تبدیل ہو گیا، اور جو نہیں آیا وُہ مستقبل میں ہے۔ اس خیالی زندگی کی بھی کوئی حقیقت ہوئی؟ گزرے ہوئے عیش کی یاد، آنے والے عیش کی امید۔ اس ہی امید و بیم میں انسان کی زندگی گزرتی ہے۔ دُنیا کی اگر کسی بات پر یقین ہو سکتا ہے، تو وُہ تین ہیں: ظلم، دنیا کی بے ثباتی، اور مَوت۔

جب حالت یہ ہے تو مذہب کی ضرورت ظاہر ہے۔ دنیا میں بہت سے مذاہب ہوئے ہیں، اور اب اس لادینی کی حالت میں بھی ہیں، جن کو خدا سے انکار ہے۔ انہوں نے بھی اپنا کوئی خدا مقرر کر لیا ہے۔ مذہب کا نام بدل کر Ideology رکھ لیا ہے اور اُس پر عمل پیرا ہونا اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے اور اُس کے لیئے جان دیتے ہیں۔ صرف خدا والے مذہب کو بدنام کرتے ہیں اور غیر خدا کے مذہب پر جان دیتے ہیں۔ غرضکہ کسی نہ کسی مذہب کا اختیار کرنا ضروری ہوا۔ قدرتاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ کونسا مذہب اختیار کرنا چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ وُہ مذہب اختیار کیا جائے جو حیاتِ انسان کی ضروریات کو باحسن وجوہ پورا کرتا ہے۔ اور جو سوالات و مشکلات پیدا ہوتی ہیں، اُن کا بہترین حل پیش کرتا ہے۔ وُہ ضروریات و مسائلِ مشکلہ یہ ہیں:۔

مسائل برائے حل:۔

۱۔ ہماری زندگی مخالف عناصر، مخالف ماحول اور مخالف آفات سے گھری ہوئی ہے۔ ان سب کو قابو میں رکھنے اور مغلوب کرنے کے لیئے کوئی طاقت ہو،

Marfat.com

یا نہیں۔

۲۔ اتنا بڑا نظام کائنات ہے لیکن باوجود اس کے اُس میں ضبط و نظم و نسق ایسا ہے کہ ہر ایک شے اپنے اپنے کام میں لگی ہوئی ہے۔ آیا ان سب کا کوئی خالق و منتظم و مدبر ہے یا نہیں ہے۔ اگر ہے تو کون ہے، اُس کی صفات کیا ہیں۔

۳۔ حادثات زمانہ کے سامنے ہم بے بس نظر آتے ہیں۔ ہمارے چاروں طرف بے ایمانی، عیاری، مکر و فریب و دغابازی ہے۔ دنیا کے گوشہ گوشہ میں ظلم و زیادتی ہے۔ آیا ہمیں دیکھنے والا، اور ہمارے حالات پر نظر رکھنے والا کوئی ہے یا نہیں۔ اس ظلم کی داد رسی کہیں ہوگی یا نہیں۔

۴۔ کیا ہماری زندگی یہیں ختم ہو جاتی ہے اور ہم کیڑے مکوڑوں کی طرح پیدا ہو کر مر جاتے ہیں۔ ہماری طاقتوں اور ہماری خواہشوں کے لیئے وسعتِ زمان و مکان کچھ بھی نہیں۔ موت کیا ہے۔ ہمارا مقصدِ زندگی کیا ہے۔

۵۔ اس دنیا کے بنانے والے اور اس نظام کے ترتیب دینے والے نے دنیا کو ایسا کیوں نہ بنایا جس میں راحت و آرام، اور عدل و اطمینان اور امن و امان ہوتے۔ دُنیا سے خوشی کیوں مفقود ہے۔

۶۔ اندریں صورت دنیا کے علائق سے وابستہ رہنا اچھا ہے یا دنیا سے علٰحدہ ہو کر رہبانیت اختیار کرنی چاہیئے۔

۷۔ جب خوشی مفقود ہے، رنج و غم کے دائرہ میں ہم پھنسے ہوئے ہیں موت ایک نہ ایک دن آنی ضرور ہے، تو آج ہی خودکشی کر کے کیوں نہ اس سارے جھگڑے ہی کو ختم کر دوں۔

یہ تو ہم نے دیکھ لیا کہ دیگر مذاہب اور فلسفے ان سوالات کو کس طرح حل کرتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اسلام ان کو کس طرح حل کرتا ہے۔ اسلام کا فلسفہ اور اُس کی تعلیم یہ ہے کہ خالق و مدبرِ کون و مکاں صرف ایک ہے۔ اگر ایک سے دو ہوتے تو عالم میں فساد پیدا ہو جاتا، اور یہ اتحاد اور یک رنگی نہ ہوتی۔ اُس کے قبضۂ اقتدار میں تمام کون (Being) اور مکان (Space) ہیں۔ اس کے علم میں عالم کی چھوٹی سے چھوٹی شے ہے۔ اگر پتہ گرتا ہے، تو اُس کو علم ہے۔ اگر ایک چڑیا مرجاتی ہے

تو اُس کا علم اُس کو ہے۔ ہمارے افعال، ہمارے اعمال، ہمارے دل کے راز، ہماری زبان کے الفاظ سب سے اُس کو واقفیت ہے۔ ہمارے حالات کو جانتا ہے۔ جو رنج ہم کو پہنچتا ہے، اُس سے واقف ہے۔ جو راحت ہم کو ملتی ہے، اُس کو جانتا ہے۔ ہماری تمام مشکلات سے واقف ہے، ہماری کمزوریوں اور مجبوریوں سے آگاہ ہے۔ رحمان بھی ہے، رحیم بھی ہے۔ اور اگر کوئی گناہ میں جان بوجھ کر اُس کی عمداً نافرمانی کر کے اصرار کرتا ہے، تو قہار و جبار بھی ہے۔ ہمارے دل کے اصرار اور ہماری نیت و ارادے سے وہ واقف ہے۔

دنیا میں جو واقعہ ہوا ہے، ہو رہا ہے اور آیندہ ہوگا اُس سب کا علم اس کو خلقت دنیا و مافیہا سے پہلے تھا۔ اور وہ سب اُس کی اجازت سے ہوتا ہے۔ دنیا میں خیر بھی ہے، شر بھی ہے، ظلم بھی ہے۔ طغیان بھی ہے۔ خدا سے بغاوت و نافرمانی بھی ہے۔ خدا کے نیک بندے بھی ہیں جو اُس کی عبادت و اطاعت میں مشغول رہتے ہیں۔ اور حتے المقدور اُس کے اوامر و نواہی کی پابندی کرتے ہیں یہ سب کچھ خدا کی اجازت سے ہے۔ اگر خدا چاہتا، تو قضا و قدر صادر کرتا اور پتہ کوئی اُس کی نافرمانی نہ کر سکتا۔ گناہ نہ کرتا۔ ہم نے اجازت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ انسان کی زبان محدود ہے۔ اور اس میں اجازت کے علاوہ کسی اور لفظ سے یہ مفہوم ادا نہیں ہو سکتا۔ خداوند تعالےٰ نے انسان کو ایک حد تک صاحب اختیار بنایا ہے۔ اور یہ ظلم و شر و بغاوت اس ہی اختیار کی وجہ سے پیدا ہوئے ورنہ دُنیا کی خلقت اور اُس کا نظام اور انسان کی فطرت بُری نہیں ہیں۔ انسان کو خیر و شر کا علم دے کر صاحب اختیار بنا دیا گیا ہے۔ اور ساری خرابیاں اُس کے اختیار و قیاس سے پیدا ہوئیں۔ اس اختیار نے انسان کو شیطان کے دھوکہ میں آنے کا امکان پیدا کر دیا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو یہ اختیار کیوں دیا گیا، اور شیطان کو اس کے بہکانے کے لیئے مہلت کیوں دی گئی؟ جہاں تک ہم نے اس پر غور کیا، دو وجوہ نظر آتی ہیں۔ انسان کو اختیار کیوں دیا گیا؟ اس وجہ سے کہ اُس نے خود ضد کرنے

Marfat.com

خدا سے اُسے حاصل کیا۔ خدا نے تو حکم دے دیا تھا کہ فلاں درخت کے نزدیک تک نہ جانا لیکن انسان نے اُس درخت کا پھل کھا لیا۔ باوجود خدا کے صریح حکم کے اُس نے اپنے قیاس اور اختیار پر عمل کیا۔ خدا نے فرمایا کہ اس جگہ تم میرے حکم کے خلاف اپنا قیاس اور اختیار استعمال نہیں کر سکتے۔ اس جگہ سے علٰحدہ ہو جاؤ اور نیچے چلے جاؤ۔ میں نے تم کو ایک حد تک اختیار دیا جس کی تم کو خواہش تھی۔ تم کو خیر و شر کا علم دے دیا گیا ہے (فالهمها فجورها وتقوٰها) باوجود ان سب باتوں کے میں تمہارے لیے ہی میں سے اپنے نبی و ہادی بھیجوں گا۔ اُن کے کہنے پر عمل کرو گے، تو پھر تمہارے لیے رستگاری ہے اور اُس جنت میں پھر آجاؤ گے۔ اور اگر نہیں، تو اپنے ساتھی شیطان کے ساتھ دوزخ میں جلنا۔

شیطان کو اس وجہ سے مہلت دی گئی کہ وہ اپنے اس دعوٰی کو ثابت کرے کہ میں انسان سے افضل ہوں۔ میں تیرے سارے بندوں کو ورغلاؤں گا۔ خدا نے فرمایا کہ تو جن کو ورغلائے گا، اُن سب کو تیرے ساتھ دوزخ میں ڈال دوں گا۔ لیکن تو میرے سچے اور مخلص بندوں کو نہیں بہکا سکے گا۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ انسان اپنی فطرت کے لحاظ سے شیطان سے افضل ہے۔ اگر شیطان کو یہ مہلت نہ ملتی تو ثابت ہوتا کہ شیطان کا دعوٰے درست ہے۔ لہٰذا مہلت ملی اور اس لفظ کے ہر وسیع معنی میں مہلت ملی۔ اس وسعت کے یہ معنی ہوئے کہ خداوند تعالےٰ جبراً نہیں بل کہ اُن قوانین قدرت کے مطابق جو حیاتِ انسانی پر حاوی ہیں۔ انسانی کی ہدایت کرے گا۔ اور شیطان کو بھی مہلت یعنی اجازت ملی کہ اُن ہی اسباب و قواعد کو انسان کی گمراہی کے لیئے استعمال کر سکتا ہے۔ شیطان کے چیلنج کے ساتھ خدا نے بھی شیطان کو ایک چیلنج دیا کہ تو میرے مخلص بندوں کو نہیں ورغلا سکے گا۔ وہ مخلص بندے جو اپنی اُس فطرت پر قائم ہیں جس کی وجہ سے میں نے تجھ پر آدمؑ کو فوقیت دی۔ اب اگر شیطان خدا کے مخلص بندوں کو بھی گمراہ کر سکے، تو خداوند تعالےٰ کا چیلنج فیل ہو جاتا ہے۔ لیکن تاریخ عالم گواہ ہے کہ شیطان خدا کے مخلص بندوں کو بہکانے میں کامیاب نہیں ہوا۔ وہ لوگ نبوت کی حقیقت کو نہیں سمجھے۔ جو کہتے ہیں کہ شیطان کے ورغلانے سے جناب رسولؐ خدا نے عرب کی خدائنیوں کے لیئے کہہ دیا کہ تلک غرانیق العلٰے

اور اُن کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ ان امور کی تفصیل آگے چل کر آئے گی۔ اس بیان سے مسائل جبر و اختیار اور قضا و قدر حل ہو جاتے ہیں۔ ان کی بحث میں ہمیشہ اجازت یعنی مہلت اور حکم یعنی قضا کے فرق کو مدِ نظر رکھنا چاہیئے۔ قرآن شریف میں اکثر کہا گیا ہے کہ جس کو ہم چاہتے ہیں ہدایت کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں گمراہی میں پڑا رہنے دیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا ہے کہ کن لوگوں کو توفیقِ ہدایت نہیں ملتی۔ وُہ ایسے لوگ ہیں جو گناہ پر اصرار کرتے ہیں، اور خداوند تعالےٰ کی نشانیوں پر توجہ نہیں دیتے۔

خداوند تعالےٰ کی وحدانیت کے دلائل میں سے یہ بھی ایک بہت بڑی دلیل ہے کہ تمام کون و مکان میں خداوند تعالےٰ کی وحدانیت کے اثر سے یکجہتی ہے۔ اگرچہ مختلف اقسام کے اشیاء مختلف انواع کے جانور دُنیا میں نظر آتے ہیں، لیکن اُن سب کا منبع ایک ہی ہے۔ اور ایک ہی قانون کے تابع ہیں۔ حرکتِ کن فکاون سے ایک لہرِ حیات پیدا ہوئی۔ اُس کا نام بجلی کی لہر رکھو۔ یا حیات کی موج۔ اُس سے ایٹم پیدا ہوئے، ایٹم سے مخلوقات بنی۔ ایٹم کتنی چھوٹی سی شے ہے۔ لیکن اُس کے اندر کا نظام ایسا ہی ہے، جیسے سبع سیارگان کا۔ ایٹم کے اندر کے اجزا کی مختلف تعداد و ترکیب سے اختلاف اشیاء و جانداران پیدا ہوا۔ سب کا منبع ایک ہی تھا۔ یہ ہی قانونِ وحدت غیر مرئی اشیاء اور صفات میں جاری ہے۔ دُنیا میں کتنی قسم اور انواع کی بدیاں اور نیکیاں ہیں۔ خیر و شر کے کتنے اصناف ہیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو ان سب کا منبع ایک ہے۔ بروئے فقۂ اسلام دنیا میں محض ایک گناہ یا بدی ہے اور ایک ہی نیکی یا احسان ہے۔ وُہ گناہ ظلم ہے۔ اور وُہ نیکی اُس کے برعکس عدل ہے۔ دنیا میں جتنی خرابیاں یا بُرائیاں ہیں اگر اُن کا اختصار کیا جائے، تو صرف ایک جزو رہ جائے گا، اور وُہ ظلم ہوگا۔ اُن کی ابتداء بھی ظلم سے ہوتی ہے، اور انتہاء بھی ظلم پر ختم ہوتی ہے۔ اس ہی ابتداء و انتہاء کے اندر سب کچھ آجاتا ہے یہاں تک کہ شرک کو بھی ظلم عظیم کہا گیا ہے۔ اور ہر بدی کرنے والے کو، ہر ایک منکرِ آیاتِ خداوندی کو قرآن شریف میں ظالم کا خطاب دیا گیا ہے۔ اور اسی طرح اگر حسنات پر غور کیا جائے، تو وُہ سب عدل پر مبنی نظر آئیں گی۔ ظلم اور عدل کی

Marfat.com

ہیں۔ اشیاء وصفات واخلاقیات کی غلط قدرات کا نام ظلم ہے، اور اُن کے صحیح اندازے کا نام عدل ہے۔ اس صحیح قدرات یعنی میزان کی عظمت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ:۔ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ الرحمٰن۔ ۵۵: ۷، ۸، ۹۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔ (الحدید ۵۷: ۲۵)

اس میزان کو اگر دال چاول کی تول پر حاوی کرنا چاہو، تو کر لو۔ لیکن قطعاً یہ اُس میں منحصر نہیں ہوتا۔ وہاں ختم نہیں ہوتا۔ اس کی قدر و منزلت یہ ہے، کہ انبیاءؑ کے ساتھ اُن کی کتاب کے ہمراہ بھیجا جاتا ہے۔ اور جب زمین و آسمان بنائے گئے تب ہی یہ بھی بنایا گیا۔ صحیح آئمہ و رہنمایاں کی شناخت اور اُن کی پیروی اس ہی میزان کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ آئمۂ ہدیٰ کو آئمۂ تلبیس سے علٰحدہ کرنا، یہ اُن کی شناخت ہے۔ اور شناخت کیا ہے؟ ہر ایک چیز، ہر ایک شخص کو اُس کی صحیح اور اصلی قدر دینا۔ اگر اس حکمِ خداوندی کو مانا جاتا، تو پھر کوئی شخص نہ تو شیطان کی پیروی کرتا، اور نہ آئمۂ تلبیس کے پیچھے جاتا۔ اور دُنیا میں عدل کامل کا رواج ہوتا۔ سقیفہ میں کیا ہوا، کربلا میں کیا ہوا، انبیاء کی کیوں تکذیب کی گئی، آنحضرت شعبِ ابی طالب میں کیوں محصور کیئے گئے؟، ہجرت پر کیوں مجبور ہوئے؟ ان سب اور دیگر ایسے ہی واقعات کی وجہ صرف ایک ہی تھی۔ لوگ صحیح قدرات سے تجاوز کر گئے، صدق و کذب کو غلط ملط کر دیا۔

غرضکہ دُنیا میں ایک ہی گناہ ہے، ایک ہی بدی ہے، اور وُہ ظلم ہے۔ ایک ہی نیکی ہے، ایک ہی عمل صحیح ہے اور وُہ عدل ہے۔ ہر ایک شخص کو وُہ ہی دو خواہ مال ہو خواہ شہرت، جس کا وُہ اہل ہے۔ محفلوں میں بیٹھ کر اپنے دوستوں کی صفات نیک کو جتانا اور بڑھانا، اور اپنے مخالفین کی صفاتِ حسنی کو چھپانا یا گھٹانا، یا اُن کی غیبت کرنا۔ یہ بھی ظلم ہے۔ یہ ایسا ہی بُرا ہے جیسا بے جا تقسیم مال۔

Marfat.com

بلکہ اس سے زیادہ، بہت زیادہ تمام فساد اور فتنے کی بناء یہ ہی ہے۔

یہاں ایک معترض دھریہ اعتراض کر سکتا ہے کہ خداوند تعالےٰ نے ظلم کو اتنا بُرا سمجھا اور اسلام میں اُس کو تمام بُرائیوں کی جڑ بتایا گیا۔ لیکن ہم دُنیا میں دیکھتے ہیں کہ ہمارے چاروں طرف ظلم ہی ظلم ہے۔ ممکن ہے کچھ تو یہ ظلم انسان کے آپس کے اعمال و افعال کا نتیجہ ہو۔ لیکن ایسے بھی مصائب ہیں جو انسان کی طاقت سے باہر ہیں، اور خدا ہی کی طرف سے معلوم ہوتے ہیں۔ موت کا بے محل اور بے جا اور بے وقت عمل اُن میں سے ایک ہے۔ انسان ایک کمزور ہستی ہے اور اُس کو ایسے ترغیبات و خواہشات کے طوفان میں ڈال دیا ہے کہ بقول شاعر ؎

از بروں قعر دریا تختہ بندم کردۂ باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش
القاہ فی الیم و قال لہ ایاک ایاک ان تبتل بالماء

انسان اتنے مصائب میں گھرا ہوا ہے کہ ہر روز بلکہ ہر لمحہ اور ہر لحظہ دُنیا سے آسمان کی طرف صدائے فریاد و گریہ وزاری و آہ و نالہ جاتی رہتی ہے۔ اُن کے مقابلہ میں خوشی کی صدائیں جو خود غم آمیز ہوتی ہیں، بہت کم جاتی ہیں۔ موت اپنے بے محل اور بے وقت عمل سے رہی سہی راحت و آرام کو بھی مکدر کر دیتی ہے۔ بڑوں کو تو جانے دو، معصوم بچے کبھی یتیم و یسیر ہو کر روتے رہتے ہیں۔ کبھی موت کے بے وقت عمل سے ضائع ہوتے رہتے ہیں۔ کوئی نانِ شبینہ کو محتاج ہے۔ بچوں کی نگہداشت کیا ان کو پوری خوراک نہیں دے سکتا۔ اس میں بھی تو محبت پدری ہوتی ہے۔ اپنے تئیں دیکھتا ہے، اپنے بچوں کو دیکھتا ہے، پھر آسمان کی طرف دیکھ کر غم کا گھونٹ پی لیتا ہے۔ باہر نکلتا ہے تو ایسے انسانوں کو دیکھتا ہے جس کے ایک ایک بچہ پر دو دو مائیں ہیں۔ یہ نعمت سے ہر وقت متمتع ہوتے رہتے ہیں۔ ماں باپ کو اتنا گوارا نہیں کہ ذرا بچہ کی پیشانی پر شکن آئے، روتا تو درکنار پھر اپنے بچوں کی طرف نظر کرتا ہے۔ رات کو بھوک کے مارے روتے روتے سو جاتے ہیں اور ایک ٹکڑا روٹی کا نہیں ملتا۔ یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ عالم الغیب والشہادت ہے۔ اُس کے علم میں ہے۔ اور یہ ظلم جاری ہے۔ یہ مصائب

Marfat.com

ختم نہیں ہوتے۔ اس پر وُہ اپنے تئیں عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ کہتا ہے، اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن فرماتا ہے، ماں باپ سے زیادہ شفیق ہے۔ وُہ دہریہ کہتا ہے کہ ہماری سمجھ میں تو یہ منطق آتی نہیں۔ ظلم کی اِتنی فراوانی، اور قادرِ مطلق کی موجودگی جس نے کتب علٰی نفسہ الرحمۃ۔ کا اعلان کیا ہوا ہے۔ یہ دونوں چیزیں متضاد ہیں۔

فلسفۂ اسلام میں یہ اُمور بہت اچھی طرح حل کر دیئے گئے ہیں۔ ذرا غور شرط ہے پہلے اس بات کا ثبوت ہونا چاہیئے کہ دنیا میں ظلم خدا کی طرف سے ہے۔ کسی جوان یا بچے کی مَوت، یا کسی شخص کی غربت کو دیکھ کر یہ کہہ دینا کہ یہ ظلم ہے درست نہیں۔ جب تک کہ ہم کو اُس کے صحیح حالات نہ معلوم ہوں، ہم فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے حالات پر انصاف کے ساتھ غور کرے۔ اور پھر نتیجہ نکالے کہ مجھ پر ظلم ہوا ہے یا جو گزر رہا ہے یا گزرا ہے انصاف ہے۔ ہر ایک شخص اپنی جگہ اسیطرح غور کرے، تو ہم کو یقین ہے کہ وُہ سب اس ہی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ جو کچھ ہمارے ساتھ ہوا ہے یا ہو رہا ہے عین انصاف ہے۔ اور جب سب اس ہی نتیجہ پر پہنچے، تو پھر ظلم تو نہ ہوا۔

دنیا میں مصائب ہیں، سختیاں ہیں۔ ان کا جواب قرآن شریف میں اچھی طرح دیا گیا ہے۔ مصائب و تکالیف مندرجہ ذیل صورتوں میں آ سکتی ہیں، اور آتی ہیں۔

(۱) بسا اوقات وُہ مصیبت ہمارے اپنے ہی فعل کا نتیجہ ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ارشاد ہے:۔ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ۔ النساء ۴: ۷۹۔ لیکن چونکہ خدا کی حکومت ہر شے پر ہے۔ ہر ایک شے اُس کے تحتِ فرمان ہے۔ لہٰذا اگر ہمارے فعل سے بھی ہم کو مصیبت پہنچی ہے تو وہ بھی خدا کی اجازت سے ہوتی ہے۔ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ التغابن۔ ۶۴: ۱۱۔ یہاں تک کہ اگرچہ اجل کا ایک دن مقرر ہے اور وُہ خداوند تعالےٰ کے علم میں ہے۔ لیکن وُہ بھی جب آتی ہے، تو ہماری غلطی ہی اُس کے آنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

Marfat.com

علاج میں کمی رہ گئی۔ پرہیز میں غلطی ہوگئی۔ ڈاکٹر کی نالائقی اور نا اہلیت تھی۔ رہائش کی خرابیاں۔ عادتوں کی بے اعتدالیاں۔ غرض کچھ بھی ہو، پچھتاوا ہمارے ہی لیئے ہے۔

(۲) جتنی سیاسی، تمدنی اور اقتصادی مصائب وتکالیف ہیں، وہ سب اس ہی عنوان کے نیچے آتی ہیں اور وہ بہت ہیں۔ مصائب وتکالیف کی اکثریت کا منبع یہ ہی ہیں۔ دولت کی ناروا تقسیم، مزدوروں کے ظلم مالکان پر اور مالکان کے ظلم مزدوروں پر۔ روزگار کا نہ ملنا، بے روزگاری کا طوفان۔ اقرباء پروری، خودغرضی، ان کے مصائب بے شمار ہیں۔ تقریباً سارے ہی موجودہ مصائب اس میں آجاتے ہیں۔ اور وہ سب انسان کے اپنے ہاتھوں سے لائے ہوئے ہوتے ہیں۔ انسان نے خدا کی نافرمانی کرکے ناروا آزادی چاہی۔ کسی حد تک اختیار مل گیا۔ اب اس کی شکایت خدا سے کیا، اور اس کا الزام خدا کو کیا دینا۔ خداوند تعالےٰ نے اپنے انبیاء، اور اپنی کتابوں کے ذریعہ سے بتا دیا کہ کس طرح ان سے بچ سکتے ہو۔ ان پر عمل نہیں۔

(۳) جن اغراض اور جن وجوہات سے مصائب انسان پر پڑتے ہیں، وہ بھی مختلف ہیں۔ مثلاً:۔

(ا) عذاب،

(ب) امتحان،

(ج) کفارۂ گناہان،

(د) جذبۂ تضرع وزاری پیدا کرکے خدا کی طرف بلانا،

(ہ) مصلحت،

(و) مشیتِ ایزدی،

(ز) رفع درجات،

(ح) انبیاء وآئمہ کے لیے مصائب کا مخصوص ہونا۔

اِن میں سے ہر ایک پر تھوڑی سی تفصیل کی ضرورت ہے۔

(ا) **عذاب**:- قرآن شریف میں اس کی مثالیں بہت سی ہیں۔ طوفانِ نوحؑ، طوفان زلزلہ، قصۂ فرعون وغیرہ وغیرہ۔ تاریخ عالم میں بہت سی مثالیں مثلاً یزید کی موت، بنواُمیہ کی بربادی، مسلمانوں کی پریشانی، ہندوستان کے زمانۂ حال کا مسلمانوں کا قتل و غارت وغیرہ۔ اساس کا یہ اصُول ہے کہ جب کوئی قوم جس پر عذاب نازل ہوا ہے اُس عذاب کی پرواہ نہ کرے گی، تو اُس پر عذاب سخت سے سخت تر ہوتا جائے گا۔ جس طرح لوگوں نے تقسیم ہندوستان کے وقت بھی قتل و غارت سے سبق نہ لیا، تو اَب وہ اُس سے شدید تر عذاب میں مبتلا ہیں۔

(ب) **امتحان**:- اس کے لیئے قرآن شریف کی یہ آیت ملاحظہ ہو:-

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ ۲ : ۱۵۵، ۱۵۶۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ۔ ۳ : ۱۴۲ ۔

(ج) **کفارۂ گناہان**:- اکثر دیکھا گیا ہے کہ نیک آدمی پر بھی مصائب آتے ہیں۔ اُنہوں نے کچھ نہ کچھ گناہ تو ضرور کیئے ہوں گے۔ یہ دُنیا کی مصیبت اُن کے گناہان کا کفارہ ہو جاتی ہے۔

(د) **تضرع و زاری**۔

وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۔ الاعراف ۔ ۷ : ۱۶۸

(ہ، و، ز، ح)

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان کی اصلاح و منفعت کے لیئے انبیاء و آئمہ علیہم السلام مصائب و تکالیف میں مبتلا کیئے جاتے ہیں۔ تاکہ اُن کے صبر و استقلال و تحمل و عمل سے لوگوں کو ہدایت ملے۔ خدا کی معرفت حاصل ہو اور اپنے طرزِ عمل کو اُن کے مطابق کرنے کی کوشش کریں۔ اور یہ بھی معلوم ہو سکے کہ فطرتِ انسانی جب صراطِ مستقیم پر رہتی ہے۔ تو کتنی ارفع و اعلےٰ ہوتی ہے۔ چونکہ محض مشیت خداوندی کی اطاعت میں وُہ یہ صبر کرتے ہیں، لہذا اُن کے درجاتِ اُخروی بہت اعلےٰ ہو جاتے ہیں اور

وُہ لوگ جو اُن پر ظلم کرتے ہیں اُن کی قساوات قلبی اور ظلم کا بھی اچھی طرح اظہار ہو جاتا ہے۔ اور جب قیامت میں ان مظلوموں کے درجے بلند ہوں گے اور ان ظالموں کو اسفل السافلین کا عذاب ملے گا تو لوگوں پر ظاہر ہو گا کہ یہ بھی عین انصاف خداوندی ہے۔ مظلوموں نے اپنے صبر سے اپنے تئیں اس فضل و کرم و رحمت کا مستحق ثابت کر دیا، اور ان ظالموں نے اپنے فعل سے ظاہر کر دیا کہ وُہ اس ہی عذاب کے مستوجب تھے۔ انبیاء کرام و اولیاء پر جو مصائب پڑے وہ اس عنوان کے تحت آتے ہیں۔ یہ ہمیشہ مدّنظر رکھنا چاہیئے، کہ دنیا کے مصائب و آلام کتنے ہی سخت ہوں آخرت کے مقابلہ میں کچھ نہیں۔

کفار اور ظالم بھی بظاہر اس دُنیا میں راحت و آرام میں معلوم ہوتے ہیں۔ اوّل تو ان کے دل کی حالت خدا ہی جانتا ہے، کہ وہ راحت میں ہیں یا تکلیف میں۔ کیونکہ خوشی تو محض دل کی حالت کا نام ہے۔ بہت سے لوگ غربت میں مفلسی میں خوش و خورم رہتے ہیں۔ بہت سے لوگ پھولوں کی سیج پر بھی تڑپتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ہم نہیں کہہ سکتے کہ وُہ کفار اور ظالمین واقعی راحت میں ہیں یا نہیں۔ اور ظاہری ثروت اور دولت جو اُن کو ملتی ہے اُس کی تو یہ وجہ ہے کہ بُرے سے بُرا آدمی بھی کچھ نیکیاں تو کرتا ہی ہے، اُس کو ان نیکیوں کا بدلہ اس ہی دنیا میں مل جاتا ہے۔ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝ كُلُوا وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَىٰ ۝ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَأَجَلٌ مُّسَمًّى ۝ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ۖ وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ ۝ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝ كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُم مُّجْرِمُونَ ۝

(مرسلات ۷۷ : ۴۶ طٰہٰ ۲۰ : ۱۳۱)

فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۔ (البقرہ ۲ : ۲۰۰)

یہ بھی ہے کہ بسا اوقات ان تکالیف و مصائب کے نتائج اس دنیا ہی میں آگے چل کر اچھے نکل آتے ہیں۔ چونکہ ہم اُن سے واقف نہیں ہوتے اس لیئے سمجھتے ہیں کہ یہ مصیبت ہے۔ حضرت موسیٰؑ کا قصہ اُس مردِ غیب کے ساتھ جس نے بظاہر بغیر کسی وجہ کے ایک بچے کو مار ڈالا، کشتی میں سوراخ کر دیا، گرتی ہوئی دیوار کو درست کر دیا اس ہی اصول کا سبق دیتا ہے۔ ان سب افعال کے نتائج آخر کار اچھے ہی نکلے۔ لیکن اُس وقت حضرت موسیٰؑ کو نہ معلوم تھے، لہٰذا اعتراض کر بیٹھے۔

Marfat.com

یہ بھی ظاہر ہے کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔

بچوں کی تکالیف و مصائب و مَوت کا مسئلہ بھی اکثر زیر بحث رہا ہے۔ یہ مصائب دو صورتوں کے ہو سکتے ہیں۔ (۱) یتیمی (۲) مَوت۔ ان کے علاوہ جو مصائب ہوں گے وُہ دراصل والدین کے اعمال کی پاداش میں ہوتے ہیں۔ یتیمی بسا اوقات بچے کے لیئے آخرکار فائدہ مند ثابت ہوتی ہے۔ دنیا کی سختیوں میں سے اوائل عمر میں گذر کر اُس کے قوائے عقلی و ذہنی اتنی ترقی کر جاتے ہیں کہ وُہ آیندہ اپنے لیئے بہت اچھی جگہ دنیا میں حاصل کر لیتا ہے۔ اپنے اوپر خود اعتماد کرنے کا ایسا جوہر اس میں پیدا ہو جاتا ہے جو اُس کو اعلےٰ درجہ پر لے جاتا ہے۔ بچپن میں مَوت ہونے کی صورت یہ ہے کہ بسا اوقات تو وُہ والدین کے لیئے اُن کے اعمال و افعال کے پاداش میں ہوتی ہے یا اُس میں کچھ اور مصلحت ہوتی ہے۔ یہ ثابت نہیں کہ وُہ بچے کے لیئے مصیبت ہے یا اُس پر ظلم ہے۔ اس کا فیصلہ تو قطعی طور پر ہم اُس وقت کر سکتے ہیں کہ جب ہم کو یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد اُس پر کیا گزری۔ فقہ اسلام کہتا ہے کہ معصوم بچے مرنے کے بعد نہایت عمدہ حالت میں ہو جاتے ہیں۔

انسان کے مصائب و آلام میں ایک یہ بھی راز ہے کہ جس پر وُہ واقع ہوتے ہیں، اُس کے لیے تو اُس کے اعمال کے نتائج ہیں۔ لیکن دوسروں کے لیئے باعثِ عبرت ہوتے ہیں۔ شریعت کا حکم ہے کہ جب کسی کو گرفتارِ مصائب دیکھو جن سے تم آزاد ہو، تو خداوند تعالےٰ کا شکر ادا کرو۔ دُنیا میں کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے کہ جو ایک آدمی پر پڑی ہے اور دوسرے کو لاحق نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ہم کو شکر ادا کرنا چاہیئے کہ ہم اُس مصیبت سے بری ہیں۔ یہ شکر تین طرح ادا ہو سکتا ہے۔ (۱) زبان سے اُس کا ذکر کرنا چاہیئے، (۲) دل سے ماننا چاہیئے، (۳) عمل سے ظاہر کرنا چاہیئے۔ عمل کی صورت یہ ہے کہ ہم گرفتارِ مصائب و آلام کی مدد کریں۔

جہلاء کی ایک یہ بھی بحث ہوتی ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں بھی ہے کہ ہم کیوں مساکین و غرباء کو کھانا کھلائیں۔ اگر خدا چاہتا ہے تو اُن کو خود رزق وافر دے دے۔ اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰہُ اَطْعَمَہٗ۔ دُوسرے الفاظ میں اُس کا مطلب ہوا کہ ہم دُوسروں کی تکالیف میں، اُن کی پریشانی و افلاس میں کیوں اُن کی مدد کریں۔

Marfat.com

خدا نے اُن پر یہ تکالیف ڈالی ہیں، اب خدا کا کام ہے کہ اُن کو تکالیف سے نکالے لیکن یہ خیال کرنا چاہیئے کہ دُنیا اُن اسباب و قواعد کے مطابق چل رہی ہے جو خدا نے مقرر کر دیئے ہیں۔ اُن سے کسی کو تکلیف پہنچتی ہے، کسی کو راحت۔ ایک شخص ان قوانین کے مطابق عمل نہیں کرتا وُہ تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے، دوسرا عمل کرتا ہے وُہ راحت پاتا ہے جہاں تک اس دُنیا کا تعلق ہے اس رنج و راحت کے نتیجہ میں کافر و مسلمان کا فرق نہیں ہے، ہاں حشر کے دن اُن تکالیف و مصائب کا خیال رکھا جائے گا۔ اور وہاں کفر و ایمان کا فرق عیاں ہوگا۔ جہاں تک دُنیا کا تعلق ہے لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا۔ ہاں یہ بھی ضرور ہے کہ قوانین و اسباب بنا کر خدا معطل بھی نہیں ہو گیا۔ معجزے بھی ہوتے ہیں۔ بہرے گونگے اچھے ہوتے ہیں۔ مردہ تک زندہ ہو جاتے ہیں — کذالك ننجي المومنين۔ کہہ سکتے ہیں کہ خداوند تعالےٰ اسباب کا اجتماع ایسا کر دیتا ہے کہ یہ امور ظہور پذیر ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی ہے کہ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ۔

خداوند تعالےٰ نے انسان کو اس دُنیا میں اُس کی کمزور حالت میں بغیر مدد کے نہیں چھوڑا۔ ایک تو اُس میں عقل کا جوہر عطا فرما دیا جو اُس کے لیئے نہایت عمدہ سپر اور بہت اچھا ہتھیار ہے۔ دوسرے اپنی رحمتِ کاملہ سے اُس کی ہدایت کے لیئے انبیاء و مرسلین بھیجے۔ جنہوں نے اُس کو اوائل ایام میں بہت سے ہُنر سکھائے اور اشیاء کی خواص و ماہیت سے اُس کو آگاہ کیا۔ اور ہدایت تو ہمیشہ کی۔ اور صراطِ مستقیم پر چلنے کے طریقے بتائے۔ دُنیا میں حکومت کا مسئلہ بہت مشکل رہا ہے۔ حکومتِ الٰہیہ کا نمونہ بھی خداوند تعالےٰ نے دکھا دیا۔ اور انبیاء و اوصیاء کے ذریعہ سے اُس کے طریقے بھی بتا دیئے۔ موت جسمانی کے بعد حشر و نشر، میزان و حساب کتاب یہ وُہ اُمور ہیں، جو فقۂ اسلام کو دیگر مذاہب سے ممیز و ممتاز کرتے ہیں۔ یہ وہ کہ انسان کو پھر جسم ملے گا اور ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی اُس پر ظلم نہ ہوگا، وُہ شے ہے جو انسان کو دنیا کی مصیبت و تکلیف کو صبر کے ساتھ سہنے کے لیئے آمادہ کر دیتی ہے، اور مصیبت مصیبت نہیں معلوم ہوتی۔ یہ ہی تو وُہ شے تھی جس نے امام حسینؑ اور اُن کے متعلقین کو کربلا کے میدان میں سے گزارا۔ اور یہ ہی وُہ بات تھی جس نے اجتماعِ

Marfat.com

سقیفہ اور اُس کے نتائج کو حضرت علیؓ کے لیئے اِتنا سہل کر دیا۔ رضائے خداوندی کی اُمید نے مصائبِ دنیا کو ایک ایسی دلآویز صورت دے دی ہے کہ جس نے آتشِ دُنیا کو صاحبانِ عزم و یقین کے لیئے گلزار بنا دیا ہے۔ ورنہ دراصل دُنیا کے مصائب ایسے ہیں کہ انسان اُس زندگی پر موت کو ترجیح دیتا۔ اور وُہ حکماء خودکشی ہی کی تلقین کرتے رہے ہیں جن کا فلسفہ اس اُمید سے خالی تھا۔

رُہبانیہ فطرت کے خلاف دُنیا کی زندگی کی حقیقت اسلام دینِ فطرت ہے۔ قرآن شریف میں اسلام کو اِس طرح بیان کیا گیا ہے:۔ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ الروم ۔ ۳۰ : ۳۰

خدا کی تلاش انسان کی فطرت کے موافقت میں نہ کہ اُس کی مخالفت میں۔ یہ ہے اسلام کا اصول۔ امتزاجِ دین و دُنیا اسلام کا مابہ الامتیاز ہے۔ اب تک حکماء کا یہ خیال تھا، کہ انسان کی بہتری دُنیا سے کنارہ کشی میں ہے۔ ان کا یہ تصور یہودیت اور مسیحیت میں بھی لے لیا گیا۔ حکماء کے فلسفہ میں حیات بعد ممات، میزان، حساب و کتاب و عدل کا تو کوئی یقینی تصور ہی نہ تھا۔ لہذا دُنیا کی بے ثباتی، ظلم کی فراوانی، اور موت کی موجودگی کو دیکھ کر وُہ اسی نتیجہ پر پہنچے کہ مصائبِ دنیا کا علاج محض خودکشی ہے۔ اس تصور کا آخری نمایندہ Stoicism تھا۔ اور ایک وُہ زمانہ تھا کہ جب یہ فلسفہ تمام دُنیا میں رائج تھا۔ یہاں تک کہ جب مسیحیت آئی، تو اُس نے بھی اس سے بہت اثر لیا۔ اس فلسفہ کا بانی جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، زینو ZENO تھا۔ اُس نے دُنیا کے مصائب کا حل خودکشی میں دیکھا۔ یہ شخص حضرت عیسیٰؑ سے ۳۴۲ سال پہلے ہوا تھا۔ اور ۲۷۰ سال قبل ان کے مرگیا۔ اس کا فلسفہ تمام رومانوی دُنیا پر چھا گیا تھا اور مثل مذہب کے سمجھا جاتا تھا۔ (۱۲۴) چونکہ عیسائی رہنماؤں کو اپنا مذہب پھیلانا مقصود تھا۔ اور وُہ نہیں پھیل سکتا تھا۔ جب تک رومانوی دُنیا کے [illegible] لہذا اُن کی نظروں میں مسیحیت کو خوشنما ظاہر کرنے کے لیئے [illegible]

(124) Robert Brilfault: The Making of Humanity p. 146

اُس وقت کے مروجہ رومانوی مذاہب سے بہت کچھ رسوم وعقائد لے کر اپنے مذہب میں داخل کر لیئے۔ اس کو تفصیل سے ہم نے اپنی کتاب "البلاغ المبین" حصہ دوم طبع ثانی میں بیان کیا ہے۔ اور کچھ اس سے پہلے اس کتاب میں بیان کر چکے ہیں۔ دیکھو صفحات ۲۴۸ تا ۲۶۹ کتاب ہذا۔ چنانچہ انہوں نے اس فلسفہ STOICISM (رواقی) کے بھی اصول اپنے مذہب میں شامل کر لیئے۔ اور دو امور پہلے ہی سے ایسے تھے جنہوں نے اس امر میں مدد دی۔ ایک تو عورت کا وہ جزو جو بشریت کا جزو بن گیا تھا۔ اُس زمانہ کے پادری عورت کو شیطان اور زہریلا سانپ سمجھتے تھے جس کے سایہ سے روحانی موت واقع ہو جاتی تھی۔ بے چاری عورت کی یہ گت اس وجہ سے بنی کہ اُن کے خیال میں آدم کو ورغلانے میں یہ شیطان کی مددگار تھی اور دراصل اُس نے ہی آدم کو جنت سے نکلوایا۔ دوسرے اُس زمانہ میں بیوقوف راہبوں اور دیر وصومعہ کا رواج عام تھا۔ نکاح نہ کرنا، عورت کے پاس نہ جانا، یہ مذہب کا خاص جزو تھا۔ جو عورت سے علیحدہ رہتا تھا، وہ بہت اچھا سمجھا جاتا تھا۔ اس غلط نظریہ نے جو خرابیاں، بدمعاشیاں اور بدتمیزیاں آخرکار بن بیاہے مرد MONKS اور بن بیاہی عورتوں (NUNS) کی MONASTERIES میں پیدا کر دیں وہ ہم کیا بیان کریں۔ خود ان ہی کی زبانی سن لینا بہتر ہوگا۔ دیکھو (۱۲۵)

یہ نظریہ محض اس فلسفہ رواقی ہی کا نتیجہ تھا۔ بلکہ بائیبل کی غلط تحریر وتدوین بھی بڑی حد تک اس کی ذمہ دار ہے۔ موجودہ انجیل کے لکھنے والوں نے حضرت عیسےٰ کے منہ میں یہ الفاظ ڈالے تھے:۔

ترجمہ:۔ اگر کوئی میرے پاس آتا ہے اور وہ اپنے باپ، ماں، بیوی، بچوں، بھائیوں اور بہنوں بلکہ اپنی جان سے بھی نفرت نہیں کرتا، تو وہ میرا شاگرد نہیں ہو سکتا۔ اصل کے لیئے دیکھو ضمیمہ ۱۹

ایک امیر دولتمند نوجوان سے حضرت عیسےٰ نے کہا:۔

(125) MYERS : THE MIDDLE AGES. P.58., GIBBON : THE DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE, VOL I.

Marfat.com

ترجمہ:۔ اگر تُو کامل ہونا چاہتا ہے تو جا اور جو کچھ تیرے پاس ہے وہ سب فروخت کردے اور غُربا کو دے دے۔ (اصل کے لئے ضمیمہ ۲)

حضرت عیسیٰؑ کی زبان ارمی تھی۔ اُس زبان کی انجیل اصلی تو اُنہیں ملی نہیں کسی نے اس کا یونانی اور لاطینی ترجمہ کر دیا تھا، وُہ رائج تھا۔ کیونکہ یہ زبانیں رومیوں اور ایشیائے کوچک کے یونانیوں کی تھیں۔ اور ان میں مسیحیت کا رائج کرنا مدعا تھا۔ اور وُہ بھی اس طرح کہ ان کے خیالات کے مطابق ہو۔ لہٰذا ان ترجمہ کرنے والوں نے اپنی خواہش کے مطابق الفاظ کے دُور از کار معانی لے کر یہ ترجمہ کر دیا۔ کبھی کبھی ایک لفظ کے دو معانی ہوتے ہیں انہوں نے وُہ معنی لے لیئے جن سے اُن کا مقصد حل ہوتا تھا۔ بہر صورت موجودہ مذہب جو رائج ہوا وُہ تو یہ ہی تھا۔ چنانچہ سینٹ پال نے اس تعلیم کے تتبع میں یہ کہا:۔

ترجمہ:۔ جس نے شادی نہیں کی وُہ تو خدا کی چیزوں کی پرواہ کرتا ہے اور جو شادی شدہ ہے وُہ اُن چیزوں کی پرواہ کرتا ہے جو اس دنیا کی ہیں۔ (اصل کے لئے ضمیمہ ۲)

دُنیا کی حالت کو دیکھ کر یونانی فلسفہ نے تو کہا کہ خودکشی کر لو۔ اور مسیحیت نے کہا کہ ماں، باپ، بیوی، بچّوں، بھائیوں اور بہنوں کو چھوڑ دو۔ بلکہ اپنے سے بھی نفرت کرو۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وُہ غریبوں کو دے کر دُنیا سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ ہم نے یہاں ترجمہ میں "نفرت" لکھا ہے، ورنہ اُردو بائیبل میں اس جگہ "دُشمنی" کا لفظ ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ ہر غور و فکر کرنے والا شخص دنیا کی بے ثباتی، غم کی فراوانی اور موت کی زیادتی سے متاثر ضرور ہوگا۔ اور ہر ایک فلسفہ کے سامنے حل کے لیئے یہ ہی سوال پیدا ہوتا ہے۔ یونانی فلسفہ نے آخر کار اس کا حل خودکشی سے کیا۔ اور مسیحیت نے اس کا حل تجرد و رہبانیت اور دیر و صومعہ کی زندگی سے کیا۔ یہ دونوں حل ایسے ہیں جو حل نہیں کہے جا سکتے، بلکہ کشمکشِ حیات کی تاب نہ لا کر اس سے فرار ہے۔ یہ بہادری نہیں ہے بُزدلی ہے۔ اسلام نے ان ہی امور کی منطق سے اور اُن کی بناء پر ایسے اَیسے عالی نتائج نکالے ہیں، جو انسان کی زندگی کو ایک قابلِ قدر شئے اور خود انسان کو اشرف المخلوقات کے درجہ تک پہنچاتے ہیں۔ اسلام نے ازدواجی زندگی کو ضروری قرار دیا۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

Marfat.com

نکاح میری سُنّت ہے۔ جس نے نکاح سے اعراض کیا وُہ میرا پیرو نہیں ہے۔ اسلام نے بتایا کہ دنیا مزرعۂ آخرت ہے۔ یہاں عمل نیک کرو تاکہ عاقبت میں دوامی زندگی حاصل ہو۔ دُنیا کا ترک اسلام میں جائز نہیں۔ لیکن دُنیا میں پھنس کر عاقبت کو بھول جانا یہ بھی برا ہے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

لیس منا من ترک الدنیا للاٰخرۃ وَمن ترک الاٰخرۃ للدنیا۔ یعنی وُہ ہم میں سے نہیں ہے (یعنی) وُہ ہمارا پیرو نہیں ہے جو آخرت کے لیئے دنیا کو، اور دُنیا کے لیئے آخرت کو چھوڑ دے۔ یہ ہے مطابقِ فطرتِ انسانیت۔ عورت و دُنیا کو بالکل ترک کرنا خلافِ فطرت ہے۔

اسلام نے ان تمام مشکلات کا حل اور انسان کی نجات کا حصر اعتقاد و عمل میں رکھا ہے۔ قرآن میں جہاں کہیں اور جن سے نجات کا وعدہ کیا گیا ہے، وہاں ہر جگہ یَآیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا فقرہ استعمال ہوا ہے۔ نہ تو صرف ایمان کافی ہے، اور نہ صرف عمل۔ بلکہ دونوں ہونے چاہئیں۔ اسلام کیا ہے؟ الاقرار باللسان، والتصدیق بالجنان والعمل بالارکان۔ یہ اگر ہوئے تو پھر ایمان مکمل ہے۔

وُہ شخص فلسفۂ اسلام کو مطلق نہیں سمجھ سکتا، جو ہمیشہ اس بات کو ذہن میں نہیں رکھتا کہ اسلام کے نزدیک اس دنیا کی زندگی بذاتِ خود لہو و لعب اور بے حقیقت ہے۔ مادی ترقی بذاتِ خود کوئی شے نہیں۔ دولت و ثروت بسا اوقات بُرائی کی طرف لے جاتی ہے۔ مال دنیا میں سے بقدرِ کفاف اپنے پاس رکھنا ضروری ہے۔ تاکہ ذلت و حقارت سے بچو۔ لیکن دولت و ثروت کو اپنا مقصدِ زندگی اور معیارِ بزرگی نہ بناؤ۔ قرآن شریف میں اس کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا۔ (بنی اسرائیل۔ ۱۷: ۲۹)

یعنی اپنے ہاتھ کو نہ تو گردن سے بندھا ہوا (بہت تنگ) کرلو (کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں)، اور نہ بالکل کھول دو کہ سب کچھ دے ڈالو، اور تم کو ملامت زدہ حسرتناک بیٹھنا پڑے۔

Marfat.com

لیکن اسلام کی یہ نصیحت کہ دُنیا کی دولت وجاہ کو اپنا مقصدِ حیات نہ بناؤ، بہت کم مسلمانوں نے قبول کی۔ اور اس نصیحت پر عمل کرنے کی وجہ سے صراطِ مستقیم پر سے ہٹ گئے۔ اس کو ہی نہ سمجھنے کی وجہ سے علامہ مشرقی اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مادی ترقی ہی اصلی مقصدِ زندگی ہونا چاہیئے۔ وُہ تو یہاں تک غلطی کرتے ہیں کہ اس کو ہی اسلام کا مدعا بتاتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے، دُنیا کی دولت، حشمت اور ثروت ہی ہے جس کے پاس یہ ہے اُس کے پاس توحید ہے۔ جس کے پاس یہ نہیں وُہ کافر ہیں۔ ہندوستان کے مسلمان کافر ہیں۔ انگلستان، جرمن، فرانس اور رُوس کے عیسائی توحید پرست ہیں۔ اصلی مسلمان ہیں۔ کیونکہ اُن کے پاس ثروت اور طاقت ہے۔ جو اس دُنیا میں مزے کر رہے ہیں، وُہ آخرت میں بھی مزے کریں گے۔ سجدے کرنا تو اُونٹ کے مُنہ پڑ کر غوں غوں کرنا ہے۔ قارونی دولت ہی نعمتِ عظمےٰ ہے۔ دیکھو تذکرہ۔ دیباچہ صہ ۱۱۵۔ لغایت صہ ۱۲۲۔ عنایت اللہ مشرقی ہی پر کیا منحصر ہے جس نے مسلمانوں کی سلطنت کا رویہ اور حصول سلطنت وحکومت کا عشق ابتدائی خلافت سے اب تک غور سے مطالعہ کیا ہے، وُہ اس ہی نتیجہ پر پہنچے گا۔ صحیح اسلام کی تعلیم کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت سے لوگوں کے قدم اس جگہ ڈگمگا جاتے ہیں۔

قرآن شریف صریحاً بتاتا ہے کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ عیسائیوں کی رہبانیۃ کا ذکر کرتے ہوئے خداوند تعالےٰ فرماتا ہے:۔ مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ۔ الحدید ۵۷:۲۷ دُنیا کی زندگی کی ماہیت وناپائداری پر اسلام میں بڑا زور دیا گیا ہے۔ قرآن شریف نے دنیا سے عبرت حاصل کرنے کی تاکید کی ہے، اور آئمۂ اسلام نے بھی اس کو نہایت تصریح و تاکید سے بیان کیا ہے۔ کیونکہ دُنیا کی ساری خرابیوں کی جڑ اُس کی نازیبا زینت میں ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے گردوپیش کے حالات سے عبرت حاصل کریں۔ اور دُنیا کے رنج وراحت کی حقیقت معلوم کریں۔ تاکہ ہم اپنے دنیاوی نقصان و مصیبت پر رنج نہ کریں۔ لِكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ ط آلعمران ۳:۱۵۳ کہاں ہیں وہ لوگ جو اب سے چند سال پہلے دنیا پر حکومت کر رہے تھے۔ ہر ایک شخص پر اُن کا حکم رواں تھا۔ اور ہر شخص اُن کی عنایت کا محتاج۔ بظاہر سلسلۂ عیش وراحت کے سامان موجود تھے۔ اب قبروں میں کیڑوں کی خوراک بنے ہوئے ہیں۔ اور اب سے

Marfat.com

چند سال بعد ہماری بھی یہ ہی حالت ہو جائے گی۔ ممکن ہے دوسرے لمحہ ہی میں ہو جائے۔ ہمارے دوست، اقربا اور محبوب جن سے ہماری زندگی تھی اور جو ہم کو دیکھ کر زندہ رہتے تھے، وہ کہاں گئے۔ اُن کی محبت کیا ہوئی۔ ہماری آنکھیں اُنہیں ڈھونڈتی ہیں۔ ہمارے وہ مہربان والدین جو ہمارے جسم پر مکھی کے بیٹھنے کے روادار نہ تھے، اب وہ کہاں گئے۔ ہمارے جسم پر تلواریں لگ رہی ہیں اور کوئی پوچھنے والا نظر نہیں آتا۔ اگر ہمارا ایک آنسو گرتا تھا تو وہ بے قرار ہو جاتے تھے، اور اشک کے دریا بہاتے تھے۔ اب ہماری آنکھوں سے خون کے دریا جاری ہیں، اور کوئی جھوٹے منہ بھی نہیں پوچھتا کہ تمہیں کیا ہوا۔ یہ ہے دُنیا اور دُنیا کی حقیقت۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دیکھیے اس کے متعلق کتابِ اسلام اور آئمۂ اسلام کیا فرماتے ہیں:

قرآن شریف:۔

(۱) وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ؕ وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۔ (۶ : ۳۲)

ترجمہ:۔ اور یہ دُنیاوی زندگی تو کھیل تماشے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اور یقیناً آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیئے بہت اچھا ہے۔"

(۲) وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۔ ۲۹ : ۶۴۔

ترجمہ:۔ اور یہ دُنیاوی زندگی تو کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حقیقی زندگی (کی جگہ) بس آخرۃ کا گھر ہے۔"

(۳) اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ۔ ۴۷ : ۳۶۔

ترجمہ:۔ دنیاوی زندگی تو بس کھیل تماشا ہے۔"

(۴) اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۔ (۵۷ : ۲۰)

ترجمہ:۔ جان لو کہ دُنیاوی زندگی محض کھیل اور تماشا اور ظاہری زینت اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا اور مال اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ خواہش ہے دنیاوی زندگی (کی مثال) تو بارش کی سی مثال ہے جس (کی وجہ) سے کسانوں کی کھیتی (لہلہاتی اور) اُن کو خوش کر دیتی ہے پھر سُوکھ جاتی ہے۔ تو تُو اُس کو دیکھتا ہے کہ زرد ہو جاتی ہے۔ پھر چُور چُور ہو جاتی ہے۔ اور آخرت میں کفار کے لیئے سخت عذاب ہے اور مومنوں کے لیئے خدا کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے۔ اور دُنیاوی زندگی تو بس فریب کا سازوسامان ہے"۔

حکماءِ اسلام یعنی آئمۂ اہلبیت علیہم السلام

اِن امامانِ اُمت کے قول قرآن شریف کی آیات کی تشریح کرتے ہیں، اور اُن کا عمل مشعلِ راہ ہے۔

حضرت علی علیہ السلام

دُنیا کی نسبت آپؑ فرماتے ہیں:۔

تَغُرُّ وَتَضُرُّ وَتَمُرُّ۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمْ یَرْضَھَا ثَوَابًا لِاَوْلِیَائِہٖ وَلَا عِقَابًا لِاَعْدَائِہٖ۔ وَاِنَّ اَھْلَ الدُّنْیَا کَرَکْبٍ بَیْنَاھُمْ حَلُّوْا اِذْ صَاحَ بِھِمْ سَائِقُھُمْ فَارْتَحَلُوْا۔

ترجمہ:۔ دُنیا دھوکہ دیتی ہے، نقصان پہنچاتی ہے، اور تلخیاں چکھاتی ہے۔ خداوند تعالےٰ نے اس دُنیا کو اپنے دوستوں کے لیئے بطورِ ثواب کے پسند نہیں کیا۔ اور نہ اپنے دشمنوں کو اس کے ذریعہ سے عذاب دینا پسند کیا۔ دنیا کے لوگ اُن سواروں کے مانند ہیں جو ابھی ابھی منزل پر پہنچے تھے، کہ ان کو کُوچ کا حکم دینے والے نے پکارا، اور وُہ کوچ کر گئے۔

دُنیا کے رنج و راحت کا کیا عمدہ بیان ہے۔ مومن کو جو یہاں عمدہ چیزیں ملتی ہیں، وُہ اُس کی نیکیوں کا بدلہ نہیں ہوتا۔ وُہ تو آخرت میں دیا جائے گا۔ اور دُشمنانِ خدا کو جو یہاں مصائب پہنچتے ہیں، وُہ اُن کے گناہوں کا عذاب نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر اُن کے

Marfat.com

گناہوں کا عذاب ہو تو پھر آخرت میں دوبارہ عذاب نہ ہو۔ لیکن یہ عذاب وہیں کے لیئے مخصوص ہے۔ اس دنیا کے رنج وراحت کے واقع ہونے کے اور اسباب اور قوانین ہیں۔ یہ نہ کہنا چاہیئے کہ فلاں شخص نیک، مومن تھا وہ کیوں مصائب میں مبتلا ہوا اور فلاں شخص بُرا تھا اُسے کیوں نعمتیں ملیں۔ اس مسئلہ کا کیسا عمدہ جواب ہے۔ اکثر لوگ یہ دیکھ کر ہی دہریئے ہو گئے ہیں کہ یہاں نیکیوں کو کیوں مصائب ہیں، اور بد لوگ کیوں عیش وعشرت وراحت میں ہیں۔

وَالدَّهْرُ يَوْمَانِ. يَوْمٌ لَكَ وَيَوْمٌ عَلَيْكَ فَإِذَا كَانَ لَكَ فَلَا تَبْطَرْ، وَإِذَا كَانَ عَلَيْكَ فَاصْبِرْ۔

ترجمہ:۔ زمانہ کے دو دن (دو حالتیں) ہیں۔ ایک تیری آسائش وراحت کے لیئے، اور دوسرا تیری سختی اور مصیبت کے لیئے۔ پس جب تیری راحت کا دن ہو، تو مغرور نہ ہو جا اور اتراتا نہ پھر۔ اور جب مصیبت کا دن آئے، تو صبر کر۔

یہ دو حالتیں ہر انسان پر گزرتی ہیں۔ ان کے لیئے تیار رہنے کے لیئے اور اُن کے لیئے طرزِ عمل مقرر کرنے کے لیئے یہ نصائح ہیں۔

مَا خَيْرٌ بِخَيْرٍ بَعْدَهُ النَّارُ، وَمَا شَرٌّ بِشَرٍّ بَعْدَهُ الْجَنَّةُ وَكُلُّ نَعِيمٍ دُونَ الْجَنَّةِ فَهُوَ مَحْقُورٌ، وَكُلُّ بَلَاءٍ دُونَ النَّارِ عَافِيَةٌ۔

ترجمہ:۔ دنیا کی کوئی اچھی شے اچھی نہیں ہے اگر اُس کا انجام جہنم ہو۔ اور کوئی بُری شے بُری نہیں ہے جس کا انجام جنت ہو۔ نعمہائے بہشت کے علاوہ ہر ایک نعمت حقیر ہے، ہر ایک مصیبت جہنم کے علاوہ راحت ہے۔

اَلرُّكُونُ إِلَى الدُّنْيَا مَعَ مَا تُعَايِنُ مِنْهَا جَهْلٌ وَالتَّقْصِيرُ فِي حُسْنِ الْعَمَلِ إِذَا وَثِقْتَ بِالثَّوَابِ عَلَيْهِ غَبْنٌ وَالطُّمَأْنِينَةُ إِلَى كُلِّ أَحَدٍ قَبْلَ الْاِخْتِبَارِ عَجْزٌ۔

ترجمہ:۔ دنیا کی طرف راغب ہو جانا باوجودیکہ اُس کے حالات تیرے مشاہدہ میں آ رہے ہیں، نادانی ہے۔ حُسنِ عمل میں کوتاہی کرنا حالانکہ تجھے اس پر ثواب ملنے کا یقین ہے، سخت زیان کاری ہے۔ کسی شخص کو آزمانے سے پہلے اُس کی طرف سے مطمئن ہو جانا عجز و ناتوانی ہے۔

Marfat.com

يَاأَيُّهَا النَّاسُ! مَتَاعُ الدُّنْيَا حُطَامٌ مُوبِئٌ فَتَجَنَّبُوا مَرْعَاهُ قُلْعَتُهَا أَحْظَى مِنْ طُمَأْنِينَتِهَا، وَبُلْغَتُهَا أَزْكَى مِنْ ثَرْوَتِهَا حُكِمَ عَلَى مُكْثِرٍ بِهَا بِالْفَاقَةِ وَأُعِينَ مَنْ غَنِيَ عَنْهَا بِالرَّاحَةِ. وَمَنْ رَاقَهُ زِبْرِجُهَا أَعْقَبَتْ نَاظِرَيْهِ كَمَهَا، وَمَنِ اسْتَشْعَرَ الشَّغَفَ بِهَا مَلَأَتْ صَمِيرَهُ أَشْجَانًا لَهُنَّ رَقْصٌ عَلَى سُوَيْدَاءِ قَلْبِهِ هَمٌّ يَشْغَلُهُ، وَهَمٌّ يَحْزُنُهُ. كَذَلِكَ حَتَّى يُؤْخَذَ بِكَظْمِهِ فَيُلْقِيَ بِالْفَضَاءِ مُنْقَطِعًا أَبْهَرَاهُ. هَيْنًا عَلَى اللّٰهِ فَنَاؤُهُ. وَعَلَى الْإِخْوَانِ إِلْقَاؤُهُ وَإِنَّمَا يَنْظُرُ الْمُؤْمِنُ مِنَ الدُّنْيَا بِعَيْنِ الْاِعْتِبَارِ وَيَقْتَاتُ مِنْهَا بِبَطْنِ الْاِضْطِرَارِ، وَيَسْمَعُ فِيهَا بِأُذُنِ الْمَقْتِ وَالْاِبْغَاضِ إِنْ قِيلَ أَثْرَى قِيلَ أَكْدَى وَإِنْ فُرِحَ لَهُ بِالْبَقَاءِ حُزِنَ لَهُ بِالْفَنَاءِ هٰذَا وَلَمْ يَأْتِهِمْ يَوْمٌ فِيهِ يُبْلِسُونَ۔

ترجمہ:۔ ایہا الناس! دُنیا کی دولت شکستہ کرنے والی ہے، اور (خرابیوں کی) وبا پیدا کرنے والی ہے۔ اس چراگاہ سے دُور رہو جس کا دُور کرنا اُس میں آرام کرنے سے بہتر ہے۔ اس میں سے صرف بقدر کفاف لینا پاک تر ہے بہ نسبت اُس کی فراوانیٔ مال و متاع کے۔ جس شخص کے پاس اُس کا بہت مال و متاع ہے، دراصل وہ مفلس ہے اصلی راحت اُس کو حاصل ہے، جو اُس سے مستغنی ہے۔ جس شخص کو اُس کی آرائشیں خوشگوار معلوم ہوتی ہیں، اُس کو دنیا آخر کار اندھا بنا دیتی ہے۔ جس شخص نے دُنیا کی محبت کو اپنا شعار بنا لیا، دُنیا نے اُس کے دل کو اپنے رنج و آلام سے لبریز کر دیا۔ اُس کے سویداءِ دل پر وُہ آرائشیں اپنا رقص کرتی ہیں۔ وُہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تاکہ وُہ مشغول رہے، لیکن وُہ ہی کام اُس کو غمگین کرتے ہیں۔ وُہ برابر اس ہی حالت میں رہتا ہے تا آنکہ اُس کو اجل پکڑ لیتی ہے، اور وُہ فضائے قبر میں ڈال دیا جاتا ہے، اور اُس کی رگیں کاٹ دی جاتی ہیں۔ خداوند تعالیٰ پر اُس کا فنا کرنا آسان ہو جاتا ہے اور اُس کے بھائیوں پر اُس کا قبر میں ڈال دینا۔ بتحقیق کہ مومن دنیا کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اور اُس میں سے وُہ اتنا ہی لیتا ہے کہ جس سے اس کا اضطرار و احتیاج دور ہو۔ دُنیاداروں کی باتیں سُنکر اُس کو غصہ آتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ فلاں شخص دنیا کو دوست رکھنے والا بہت مال دار ہے، تو درحقیقت یہ کہا گیا کہ وُہ محتاج و فقیر ہے۔ اگر

Marfat.com

سے [illegible] دنیا کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ تو درحقیقت اُسے فنائے دُنیا کی خبر دے کر محزون کیا جاتا ہے۔ یہ ہیں اہلِ دُنیا کے حالات۔ حالانکہ ابھی وُہ دن نہیں آیا ہے، جس میں وہ رحمت خدا سے مایوس ہوں۔ (وُہ دن تو آگے آنے والا ہے)

مَعَاشِرَ النَّاسِ اتَّقُوا اللّٰهَ فَكَمْ مِنْ مُؤَمِّلٍ مَالَا يَبْلُغُهُ، وَبَانٍ مَالَا يَسْكُنُهُ، وَجَامِعٍ مَا سَوْفَ يَتْرُكُهُ، وَلَعَلَّهُ مِنْ بَاطِلٍ جَمَعَهُ، وَمِنْ حَقٍّ مَنَعَهُ، أَصَابَهُ حَرَامًا، وَاحْتَمَلَ بِهِ آثَامًا، فَبَاءَ بِوَبَالِهِ، وَقَدِمَ عَلٰى رَبِّهِ آسِفًا لَاهِفًا قَدْ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ

ترجمہ: اے لوگو! خدا سے ڈرو۔ بہت سے آرزومند ہیں جو اپنی آرزوؤں تک نہیں پہنچے۔ بہت سے عمارتیں بنانے والے ہیں جنہیں اُن میں رہنا نصیب نہیں ہوتا۔ بہت سے مال جمع کرنے والے ہیں جنہیں وُہ عنقریب چھوڑ جائیں گے۔ شاید کہ اُنہوں نے اس مال کو ناراہ باطل جمع کیا ہو۔ اس کے سبب سے اُنہوں نے گناہ کا بوجھ اُٹھایا، اور اس مال کو لیے ہوئے اپنی بازگشت کی طرف گئے، اور نہایت ہی اندوہناک اور حسرتناک حالت میں اپنے پروردگار کے سامنے پیش ہوئے ہوں۔ ان لوگوں نے دُنیا و آخرت کا خسارا اُٹھایا اور ظاہر بظاہر نقصان ہے۔

لَنْ يَرَى الْمَيِّتُ الْأَمَلَ وَمَصِيْرَهُ لَا بُغْضَ الْأَمَلَ وَغُرُوْرَهُ۔

لِكُلِّ امْرِئٍ فِيْ مَالِهِ شَرِيْكَانِ: الْوَارِثُ، وَالْحَوَادِثُ

ترجمہ: اگر مُردہ اپنی موت اور اپنے آخری مقام کو دیکھ لے، تو وُہ آرزوؤں اور اپنے غرور کو اپنا دشمن سمجھے۔

ہر ایک آدمی کے مال میں دو شریک ہیں۔ ایک تو وارث اور دوسرے حوادث۔

وَاللّٰهِ لَدُنْيَاكُمْ هٰذِهِ أَهْوَنُ فِيْ عَيْنِيْ مِنْ عِرَاقِ خِنْزِيْرٍ فِيْ يَدِ مَجْذُوْمٍ۔

ترجمہ: قسم خدا کی تمہاری دنیا میری نگاہ میں اس خنزیر کی ہڈی سے بھی زیادہ ذلیل و خوار ہے، جو جذامی کے ہاتھ میں ہو۔

ہر موقع پر نصیحت کرنا اور لوگوں کو صراط مستقیم پر چلانا حضرت علیؑ کا مقصد تھا۔ چنانچہ آپ ایک جنازہ کے ساتھ جا رہے تھے، تو آپ نے ایک شخص کو ہنستے ہوئے

Marfat.com

دیکھا۔ آپ نے فرمایا:۔

كَانَ الْمَوْتَ فِيهَا عَلَى غَيْرِنَا كُتِبَ، وَكَانَ الْحَقَّ فِيهَا عَلَى غَيْرِنَا وَجَبَ، وَكَانَ الَّذِي نَرَى مِنَ الْأَمْوَاتِ سَفْرٌ عَمَّا قَلِيلٍ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ، نُبَوِّئُهُمْ أَجْدَاثَهُمْ، وَنَأْكُلُ تُرَاثَهُمْ كَأَنَّا مُخَالِدُونَ بَعْدَهُمْ، ثُمَّ قَدْ نَسِينَا كُلَّ وَاعِظٍ وَوَاعِظَةٍ، وَرُمِينَا بِكُلِّ جَائِحَةٍ

ترجمہ:۔ گویا اس دنیا میں موت ہمارے غیر کے واسطے ہی لکھی گئی ہے اور گویا موت کا حق ہونا دوسروں ہی کے لیئے واجب کر دیا گیا ہے۔ گویا یہ مسافر جنہیں ہم دیکھ رہے ہیں عنقریب ہمارے پاس پلٹ آئیں گے۔ ہم ان کو قبروں میں رکھتے ہیں اور اُن کی میراث کھاتے ہیں گویا ہم اُن کے بعد ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں۔ ہم نصیحت دینے والے (حوادث دنیا) کو بھول گئے اور اُن کی نصیحت کو بھلا دیا حالانکہ ہم ہر ایک مصیبت اور آفت میں پھینکے گئے ہیں۔

مَثَلُ الدُّنْيَا كَمَثَلِ الْحَيَّةِ لَيِّنٌ مَسُّهَا وَالسَّمُّ النَّاقِعُ فِي جَوْفِهَا، يَهْوِي إِلَيْهَا الْغِرُّ الْجَاهِلُ، وَيَحْذَرُهَا ذُو اللُّبِّ الْعَاقِلُ

ترجمہ:۔ دُنیا کی مثال اُس سانپ کی سی ہے جس کا ظاہر چھونے میں نرم و ملائم ہوتا ہے، لیکن اندر اُس کی کچلیوں میں زہر قاتل بھرا ہوتا ہے۔ فریب خوردہ جاہل تو اُس کی طرف مائل ہوتا ہے، لیکن عقلمند اور دانا آدمی اُس سے بچتا ہے۔

إِنَّ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ عَدُوَّانِ مُتَفَاوِتَانِ وَسَبِيلَانِ مُخْتَلِفَانِ۔ فَمَنْ أَحَبَّ الدُّنْيَا وَتَوَلَّاهَا أَبْغَضَ الْآخِرَةَ وَعَادَاهَا، وَهُمَا بِمَنْزِلَةِ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ وَمَاشٍ بَيْنَهُمَا: كُلَّمَا قَرُبَ مِنْ وَاحِدٍ بَعُدَ مِنَ الْآخَرِ، وَهُمَا بَعْدُ ضَرَّتَانِ۔

ترجمہ:۔ دُنیا و آخرۃ دو دُشمن ہیں جو ایک دُوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں۔ دو راستے ہیں جو بالکل ایک دُوسرے سے مختلف ہیں۔ جس نے دُنیا سے محبت کی اور دوستی کی، اُس نے آخرت کو دُشمن سمجھا۔ اور اس سے عداوت کی۔ یہ دونوں بمنزلہ مشرق و مغرب ہیں، اور چلنے والا ان دونوں کے درمیان ہے۔ جب وہ ایک سے نزدیک ہوا، تو دوسرے سے دُور ہوتا گیا۔ یہ دونوں مثل دو سوکنوں کے ہیں۔"

Marfat.com

جناب امیر علیہ السّلام کے بہت سے خطبے دُنیا اور دنیا کی زوال پذیر حالات و نعمات کے متعلق ہیں۔ اُن میں سے ہر ایک ایسا ہے، کہ بار بار پڑھا جائے۔ اگر ان کی بدولت کی جائے، تو مجھ کو یقین کامل ہے کہ دُنیا کی اصلی حالت کا نقشہ ایسا دل پر بیٹھ جائے اور آخرت کی خوبیوں کا اتنا یقین ہو جائے، کہ انسان دنیا کی نعمتوں کی خاطر عاقبت کے خیال کو کبھی نہ چھوڑے۔ اُن خطبات کی فہرست ہم نیچے درج کرتے ہیں۔ حوالے اُس نسخۂ نہج البلاغہ کے صفحات کے ہیں جو شیخ محمد عبدہ کی شرح کے ساتھ مطبعۃ الاستقامت مصر میں چھپی ہے۔

نہج البلاغہ الجزء الاوّل!

صفحہ	۶۶	خطبہ	۲۷	صفحہ ۹۶	خطبہ ۵۱
〃	۱۰۴	〃	۶۰	〃 ۱۰۵	〃 ۶۱
〃	۱۲۷	〃	۷۹	〃 ۱۲۸	〃 ۸۰
〃	۲۱۶	〃	۱۰۷	〃 ۲۲۰	〃 ۱۰۹

الجزء الثانی

〃	۱۵	〃	۱۲۵	صفحہ ۳۸	〃 ۱۴۱

صفحہ ۷۸ خطبہ ۱۵۶

ان میں سے ایک خطبہ ۱۰۷ صفحہ ۲۱۶ الجزء الاول ہم یہاں نقل کرتے ہیں:۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اُحَذِّرُکُمُ الدُّنْیَا فَاِنَّهَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ، وَتَحَبَّبَتْ بِالْعَاجِلَةِ، وَرَاقَتْ بِالْقَلِیْلِ، وَتَحَلَّتْ بِالْاٰمَالِ، وَتَزَیَّنَتْ بِالْغُرُوْرِ۔ لَاتَدُوْمُ حَبْرَتُهَا وَلَاتُؤْمَنُ فَجْعَتُهَا، غَرَّارَةٌ ضَرَّارَةٌ، حَائِلَةٌ زَائِلَةٌ نَافِدَةٌ بَائِدَةٌ، اَکَّالَةٌ غَوَّالَةٌ لَاتَعْدُوْ اِذَا تَنَاهَتْ اِلٰی اُمْنِیَّةِ اَهْلِ الرَّغْبَةِ فِیْهَا وَالرِّضَاءِ بِهَا اَنْ تَکُوْنَ کَمَا قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی:۔ کَمَآءٍ اَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِیْمًا تَذْرُوْهُ الرِّیَاحُ وَکَانَ اللّٰهُ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرٌ (۱) لَمْ يَكُنِ امْرُؤٌ مِنْهَا فِي حَبْرَةٍ إِلَّا أَعْقَبَتْهُ بَعْدَهَا عَبْرَةً وَلَمْ يَلْقَ فِي سَرَّائِهَا بَطْنًا إِلَّا مَخَتَتْهُ مِنْ ضَرَّائِهَا ظَهْرًا وَلَمْ تُطِلَّهُ فِيهَا دِيمَةُ رَخَاءٍ إِلَّا هَتَنَتْ عَلَيْهِ مُزْنَةُ بَلَاءٍ وَحَرِيٌّ إِذَا أَصْبَحَتْ لَهُ مُنْتَصِرَةً أَنْ تُمْسِيَ لَهُ مُتَنَكِّرَةً وَإِنْ جَانِبٌ مِنْهَا أَعْذَوْذَبَ وَاحْلَوْلَى أَمَرَّ مِنْهَا جَانِبٌ فَأَوْبِئْ لَا يَنَالُ امْرُؤٌ مِنْ غَضَارَتِهَا رَغَبًا إِلَّا أَرْهَقَتْهُ مِنْ نَوَائِبِهَا تَعَبًا، وَلَا يُمْسِي مِنْهَا فِي جَنَاحِ أَمْنٍ إِلَّا أَصْبَحَ عَلَى قَوَادِمِ خَوْفٍ غَرَارَةُ غُرُورٍ مَا فِيهَا فَانِيَةٌ فَمَنْ عَلَيْهَا لَا خَيْرَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَزْوَادِهَا إِلَّا التَّقْوَى، مَنْ أَقَلَّ مِنْهَا اسْتَكْثَرَ مِمَّا يُؤْمِنُهُ، وَمَنِ اسْتَكْثَرَ مِنْهَا اسْتَكْثَرَ مِمَّا يُوبِقُهُ وَزَالَ عَمَّا قَلِيلٍ عَنْهُ، كَمْ مِمَّنْ وَاثِقٍ بِهَا قَدْ فَجَعَتْهُ وَذِي طُمَأْنِينَةٍ قَدْ صَرَعَتْهُ، وَذِي أُبَّهَةٍ قَدْ جَعَلَتْهُ حَقِيرًا وَذِي نَخْوَةٍ قَدْ رَدَّتْهُ ذَلِيلًا؟ سُلْطَانُهَا دُوَلٌ وَعَيْشُهَا رَنِقٌ وَعَذْبُهَا أُجَاجٌ وَحُلْوُهَا صَبِرٌ وَغِذَاؤُهَا سِمَامٌ وَأَسْبَابُهَا رِمَامٌ حَيُّهَا بِعَرَضِ مَوْتٍ وَصَحِيحُهَا بِعَرَضِ سُقْمٍ، مُلْكُهَا مَسْلُوبٌ وَعَزِيزُهَا مَغْلُوبٌ وَمَوْفُورُهَا مَنْكُوبٌ وَجَارُهَا مَحْرُوبٌ. أَلَسْتُمْ فِي مَسَاكِنِ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَطْوَلَ أَعْمَارًا، وَأَبْقَى آثَارًا وَأَبْعَدَ آمَالًا وَأَعَدَّ عَدِيدًا، وَأَكْثَفَ جُنُودًا: تَعَبَّدُوا لِلدُّنْيَا أَيَّ تَعَبُّدٍ، وَآثَرُوهَا أَيَّ إِيثَارٍ، ثُمَّ ظَعَنُوا عَنْهَا بِغَيْرِ زَادٍ مُبَلِّغٍ، وَلَا ظَهْرٍ تَقَاطَعَ، فَهَلْ بَلَغَكُمْ أَنَّ الدُّنْيَا سَخَتْ لَهُمْ نَفْسًا بِفِدْيَةٍ أَوْ أَعَانَتْهُمْ بِمَعُونَةٍ - أَوْ أَحْسَنَتْ لَهُمْ صُحْبَةً؟ بَلْ أَرْهَقَتْهُمْ بِالْفَوَادِحِ وَأَوْهَنَتْهُمْ بِالْقَوَارِعِ وَضَعْضَعَتْهُمْ بِالنَّوَائِبِ وَعَفَّرَتْهُمْ لِلْمَنَاخِرِ وَوَطِئَتْهُمْ بِالْمَنَاسِمِ، وَأَعَانَتْ عَلَيْهِمْ رَيْبَ الْمَنُونِ فَقَدْ رَأَيْتُمْ تَنَكُّرَهَا لِمَنْ دَانَ لَهَا، وَآثَرَهَا وَأَخْلَدَ إِلَيْهَا، حَتَّى ظَعَنُوا عَنْهَا لِفِرَاقِ الْأَبَدِ، وَهَلْ زَوَّدَتْهُمْ إِلَّا السَّغَبَ؟ أَوْ أَحَلَّتْهُمْ إِلَّا الضَّنْكَ؟ أَوْ نَوَّرَتْ لَهُمْ إِلَّا الظُّلْمَةَ أَوْ أَعْقَبَتْهُمْ إِلَّا النَّدَامَةَ؟ أَفَهٰذِهِ تُؤْثِرُونَ، أَمْ إِلَيْهَا تَطْمَئِنُّونَ؟ أَمْ عَلَيْهَا تَحْرِصُونَ؟ فَبِئْسَتِ الدَّارُ لِمَنْ لَمْ يَتَّهِمْهَا، وَلَمْ يَكُنْ فِيهَا عَلَى وَجَلٍ مِنْهَا فَاعْلَمُوا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ بِأَنَّكُمْ تَارِكُوهَا، وَظَاعِنُونَ عَنْهَا،

Marfat.com

وَتَعِظُوْا بِهِمَا بِالَّذِيْنَ قَالُوْا (مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً) حُمِلُوْا اِلٰى قُبُوْرِهِمْ فَلَا يُدْعَوْنَ رُكْبَانًا، وَاُنْزِلُوا الْاَجْدَاثَ فَلَا يُدْعَوْنَ ضُيُفَانًا، وَجُعِلَ لَهُمْ مِنَ الصَّفِيْحِ اَجْنَانٌ، وَمِنَ التُّرَابِ اَكْفَانٌ، وَمِنَ الرُّفَاتِ جِيْرَانٌ۔ فَهُمْ جِيْرَةٌ لَا يُجِيْبُوْنَ دَاعِيًا، وَلَا يَمْنَعُوْنَ ضَيْمًا، وَلَا يُبَالُوْنَ مَنْدَبَةً اِنْ جِيْدَ لَهُمْ بِفَرَحٍ، وَاِنْ فُجِعُوْا لَمْ يَقْنَطُوْا۔ جَمِيْعٌ وَهُمْ آحَادٌ، وَجِيْرَةٌ وَهُمْ اَبْعَادٌ، مُتَدَانُوْنَ لَا يَزُوْرُوْنَ، وَقَرِيْبُوْنَ لَا يَتَقَارَبُوْنَ۔ حُلَمَاءُ قَدْ ذَهَبَتْ اَضْغَانُهُمْ، وَجُهَلَاءُ قَدْ مَاتَتْ اَحْقَادُهُمْ، لَا يُخْشٰى فَجْعُهُمْ، وَلَا يُرْجٰى دَفْعُهُمْ۔ اِسْتَبْدَلُوْا بِظَهْرِ الْاَرْضِ بَطْنًا، وَبِالسَّعَةِ ضِيْقًا، وَبِالْاَهْلِ غُرْبَةً، وَبِالنُّوْرِ ظُلْمَةً فَجَآؤُهَا كَمَا فَارَقُوْهَا حُفَاةً عُرَاةً، قَدْ ظَعَنُوْا عَمَّا بِهِمْ اِلَى الْحَيَاةِ الدَّآئِمَةِ، وَالدَّارِ الْبَاقِيَةِ، كَمَا قَالَ سُبْحَانَهٗ: كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ)

ترجمہ:۔ بعد حمد خداوند رسولؐ کے لئے لوگو! تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں تم کو دُنیا کی حالت سے ڈراتا ہوں یہ نہایت خوش رنگ شیریں حلوہ نظر آتی ہے۔ شہوات کے باعث لوگ اس کے گرد منڈلا رہے ہیں۔ اس کی نعمتیں جلد زائل ہونے والی ہیں۔ پھر یہ محبوب ہے اس میں زندگی کتنی قلیل ہے۔ لیکن پھر بھی یہ خوش آیندہ معلوم ہوتی ہے۔ اس کی آرائش یہ ہے کہ یہ آرزوؤں کے ساتھ وابستہ ہے۔ مکر و فریب اس کی زینت ہے۔ اس کی خوشیاں اور فرحتیں ہمیشہ نہیں رہیں گی۔ اور اس کے مصائب و آلام سے پناہ نہیں مل سکتی۔ دُنیا فریب دینے والی ہے۔ ضرر پہنچانے والی ہے۔ آخرت کی خوبیوں سے روکتی ہے اور خود بہت جلد زائل ہونے والی ہے۔ یہ تو اب برباد ہوئی، اب ختم ہوئی یہ بہت تیزی سے کھانے والی ہے۔ اور اپنے گرفتاروں کو ہلاک کرنے والی ہے۔ یہ دُنیا اپنی طرف رغبت کرنے والوں کی آرزوؤں کی آخری حد تک پہنچ جانے پر بھی اس کی وُہ ہی حالت ہوتی ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ "دنیا کی مثال اُس پانی کی ہے جسے ہم نے آسمان سے اُتارا، اور نباتات ارضیہ اُس کے ساتھ مخلوط ہو گئے یعنی چاروں طرف سبزہ نظر آنے لگا۔ تو پھر سرسبز و شاداب گھاس سُوکھ کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور ہوائیں اُس کو

Marfat.com

چاروں طرف منتشر کر دیتی ہیں۔ بیشک خداوند تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے"۔ یہی حالت دنیا کی ہے ابھی سرسبز تھی، ابھی خشک پڑی ہے۔ اور خرمن ہستی کو فنا کی ہوائیں اڑائے لیئے جاتی ہیں۔ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس نے دُنیا میں کوئی ساعت خوشی سے گزاری ہو اور معاً فوراً ہی آنسوؤں کا تار نہ بندھ گیا ہو۔ کوئی شخص ایسا نہیں جس کے ساتھ اس دنیا نے اپنی مسرتوں کے ساتھ ملاقات کی ہو، اور پھر اُسے مضرتوں اور سختیوں کے مزے نہ چکھائے ہوں۔ کسی شخص پر وسعتہائے دنیا کی بارشیں نہیں ہوتیں مگر یہ کہ فوراً اُس پر بلاؤں کے بادل چھا جاتے ہیں۔ دُنیا کا یہی وطیرہ ہے کہ جب کبھی کسی شخص کی صبح کو نصرت کرتی ہے، تو شام کو اُس سے دشمنی کرتی ہے۔ اگر ایک جانب سے وُہ اس کے لیئے شیریں و خوشگوار ہوتی ہے، تو دُوسری جانب سے اُس کو اپنی تلخیاں پہنچاتی ہے۔ کوئی شخص اس دُنیا میں اپنی خوشی و راحت کو نہیں پہنچتا۔ لیکن یہ کہ دُنیا مصائب و حوادث کی مشقتوں کا بوجھ اُس پر لاد دیتی ہے۔ اس دُنیا میں کوئی شخص امن و راحت کے پردوں میں شام نہیں کرتا لیکن یہ کہ خوف و ہراس کے سایہ میں صبح کرتا ہے۔ یہ دنیا بڑی دھوکہ دینے والی ہے۔ یہ سراسر فریب ہے۔ جو اشیاء اس میں موجود ہیں، وُہ سب کی سب فانی ہیں۔ جو اس کے ساتھ لپٹا، اُس کو ہی اس نے نیست و نابود کر دیا۔ اس دنیا میں اگر کوئی شے توشۂ و زادِ راہ بنانے کے قابل ہے، تو وُہ تقویٰ ہے۔ زہد و تقویٰ کے سوا اور کسی چیز میں بھلائی نہیں۔ جس شخص نے دنیا کے مال و متاع میں قلیل حصّہ لیا، اُس نے اُن اشیاء میں بہت بڑا حصّہ لے لیا جو اُسے عقوبت و عذاب سے امن دینے والی ہیں۔ اور جس شخص نے اُس دنیا کا بہت سا مال و متاع جمع کیا اُس نے وُہ چیزیں بہت زیادہ میں اکٹھا کر لیں جو اُسے ہلاک کرنے والی ہیں۔ اور بہت جلد اُس کے پاس سے وُہ زائل اور مفقود ہو جائیں گی۔ جس شخص نے دُنیا پر بھروسہ کیا، وُہ ہی درد و غم میں مبتلا ہوا۔ جو شخص دُنیا میں مطمئن ہوا اور عیش و راحت اُسے ملا، اُس ہی کو یہ دنیا زمین پر پچھاڑ دیتی ہے۔ جو صاحبِ جاہ و منزلت ہوا، اُسی کو اس دنیا نے حقیر اور پست کر دیا۔ جس شخص نے یہاں نخوت کی، اُسی کو اس دنیا نے ذلّت و خواری میں گرفتار کر دیا۔ دُنیا کی طاقتیں (حکومتیں)، پلٹنے والی ہیں۔ اس کے عیش مکدر ہیں۔ اس کی شیرینیاں ناگوار ہیں۔ اس کی حلاوتیں تلخ ہیں۔ اس کی غذائیں زہر ہیں۔ اس کے اسباب و ذرائع ہاتھ سے نکل جانے والے ہیں۔ اس کی زندگی ہمیشہ موت سے دوچار ہے۔ اس کی تندرستی کے

Marfat.com

ساتھ مرض لگا ہوا ہے۔ اس کی سلطنت سلب کرلی جاتی ہے۔ اس کے طاقتور لوگ ہی منسوب ہیں۔ اس کے اموال معرض نکبت میں آئے ہوئے ہیں۔ اور اس کے سایہ میں رہنے والے آوارہ و پریشان ہیں۔ کیا تم اُن پہلے لوگوں کے مکانوں میں نہیں ہو جن کی عمریں تم سے طویل اور جن کے آثار تم سے باقی رہنے والے تھے۔ جن کی آرزوئیں حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھیں۔ جو تعداد میں تم سے بہت زیادہ تھے۔ جن کے لشکر بہت زیادہ فراہم اور کثیر تھے۔ اُنہوں نے کس کس طرح دنیا کی بندگی نہ کی۔ کن کن طریقوں سے دنیا کو اختیار نہ کیا۔ مگر آخرکار دنیا سے چلے گئے۔ نہ تو زادِ راہ میسّر ہوا جو منزل تک پہنچا دے اور نہ کوئی سواری میسّر ہوئی جو قطع مسافت میں کام آئے۔ کیا تمہیں کبھی خبر پہنچی ہے کہ دُنیا نے ایک لمحہ کے لیئے بھی اپنی مکمّل خوشی اُن کو دی ہو۔ یا اُن کی مدد کسی اور طریقہ سے کی۔ یا اُن کے ساتھ اچھائی اور خوبی سے رہی ہو۔ نہیں نہیں۔ بلکہ سخت سخت مصائب کو اُن کے شامِل حال کر دیا۔ اور اُنہیں طرح طرح کی کوفت پہنچا کر مضمحل کر دیا۔ حوادثِ زمانہ نے اُن کو مضطرب کر دیا۔ اور اُنہیں نتھنوں تک خاک میں آلودہ کر دیا۔ اُن کو اُونٹ کے قدموں سے خوب ہی روندا اور حوادثاتِ زمانہ کو اُن پر مسلط کر دیا۔ بے شک تم نے اُس شخص کے ساتھ دُنیا کی بے وفائی کو دیکھ لیا جو اس کا تقرب تلاش کر رہا تھا، اور اُس ہی کے اختیار کرنے پر اَمادہ اُس کی طرف مائل تھا۔ یہاں تک کہ وہ اُس سے ہمیشہ کی جدائی کر کے چلا گیا۔ کیا سوائے گرسنگی کے اور بھی کچھ زادِ راہ دنیا نے ان لوگوں کو دیا؟ کیا سوائے تنگی اور ضیق کے کہیں اور جگہ بھی ان کو دی۔ سوائے ظلمت و تاریکی کے کیا کچھ اور بھی اُن کے ظاہر کیا؟ کیا سوائے پشیمانی کے اُنہیں کچھ اور بھی ملا؟ اب کیا تم اس دنیا کو اختیار کرتے ہو اور اس کی طمع رکھتے ہو؟ کیا ایسی دنیا کی طرف سے تم کو اطمینان حاصل ہے، کہ تم اس کی حرص کرتے ہو؟ خوب سمجھ لو دُنیا اُس شخص کے لیئے نہائیت ہی بُرا مقام ہے جو اُسے محل تہمت و اتہام نہ سمجھے۔ اور اس میں رہ کر خوف و بیم میں زندگی نہ گزارے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تم اس کو چھوڑنے والے ہو۔ اور یہاں سے کُوچ کر جانے والے ہو۔ کیا تم ان لوگوں کے قدم بقدم چاہتے ہو جو کہا کرتے تھے کہ ہم سے زیادہ قوت میں کون ہے۔ اور وہ اپنی قبروں کی طرف سوار کر کر روانہ کر دیئے گئے اور کسی نے نہ کہا کہ کیسے شوکت والے سوار ہیں۔ انہیں قبروں میں داخل کر دیا

گیا اور کسی نے اُن کی مہمانی نہ کی اب تو ان کی قبریں پتھروں کے ڈھیر ہیں۔ مٹی اُن کا کفن ہے۔ بوسیدہ ہڈیاں اُن کی ہمسایہ ہیں۔ اب وُہ ایسے ہمسایہ ہیں کہ لاکھ اُن کو پکارو وُہ جواب نہ دیں گے۔ اُن پر کتنا ہی ظلم کیا جائے، وُہ اُس کے روکنے پر قادر نہیں ہیں۔ اور نہ رونے کے لیئے اُن کی آنکھوں میں طراوت باقی ہے۔ اگر اُن کے ساتھ نیکی کی جائے تو اُنہیں کچھ خوشی حاصل نہ ہوگی۔ اور اگر اُن کو کچھ نہ دیا جائے، تو اُن پر مایوسی کے آثار ظاہر نہ ہوں گے۔ وہ ایک جگہ جمع ہیں، لیکن پھر اکیلے ہیں۔ آپس میں ساتھ ہیں، لیکن پھر ایک دوسرے سے بہت دُور ہیں۔ وُہ آپس میں نزدیک ہیں، لیکن ایک دُوسرے کی زیارت نہیں کر سکتے۔ باوجود قریب ہونے کے قربت حاصل نہیں۔ وُہ بدبار ہیں۔ کینہ اُن کے دلوں سے نکل چکا ہے۔ وُہ نادان ہیں۔ حسد اُن سے بالکل زائل ہوگیا ہے۔ ان کی تکالیف اُن کو خوفناک نہیں بنا سکتیں۔ اور اب نہ اُن کے مٹا دینے کی اُمید کی جا سکتی ہے۔ انہوں نے زمین کی سطح کو اُس کی تہ سے بدل لیا ہے۔ اور وسعت کی بجائے تنگی اختیار کرلی ہے۔ اور اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر تاریکی میں چلے گئے ہیں۔ اب وُہ پھر اُسی طرح زمین کے اُوپر آئیں گے جس طرح اُس کو چھوڑ کر گئے تھے۔ تن وپا برہنہ اور پھر اپنے اعمال کے ساتھ ہمیشہ کی زندگی اور دائمی مقام کی طرف چلے جائیں گے۔ جیسا کہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے:۔ کما بدانا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین۔" (ختم ہوا ترجمہ)

کیا اس سے بہتر کوئی دُنیا کی حقیقت کو بیان کر سکتا ہے۔ اور اُس شخص سے زیادہ کوئی شقی نہیں جو باوجود ان حقائق کے سُننے کے پھر دُنیا سے لپٹا رہے اسلام میں جن ارکان پر اعمال صالحہ کی عمارت قائم ہے، اُن میں سے دُنیا کی حقیقت کا علم اور اُس سے بے رُخی بہت بڑا رکن ہے۔ اس کے بغیر کوئی نیک عمل مکمل نہیں ہو سکتا۔ اور اس کا نہ سمجھنا ہی آج کل دُنیا کے لوگوں کو اُن کی بربادی کی طرف لے جا رہا ہے لہٰذا فلسفۂ اسلام کے بیان میں جتنا زور دیا جائے، کم ہے۔ اندریں صورت اس حکیم الٰہی کا ایک اور خطبہ نقل کرتے ہیں۔ اس خطبہ کا نمبر ۱۰۹ ہے، اور یہ نہج البلاغہ کے صفحہ ۲۲۰ سے شروع ہوتا ہے:۔

وَاُحَذِّرُکُمُ الدُّنْیَا فَاِنَّهَا مَنْزِلُ قُلْعَةٍ، وَلَیْسَتْ بِدَارِ نُجْعَةٍ

قَدْ تَزَيَّنَتْ لِغُرُورِهَا، وَغَرَّتْ بِزِينَتِهَا دَارُهَا مَنْ عَلَى رَبِّهَا: فَخَلَطَ حَلَالَهَا بِحَرَامِهِ، وَخَيْرَهَا بِشَرِّهَا وَحَيَاتَهَا بِمَوْتِهِ، وَحُلْوَهَا بِمُرِّهَا: لَمْ يَصُنْهَا اللهُ تَعَالَى لِأَوْلِيَائِهِ - وَلَمْ يَضِنَّ بِهَا عَلَى أَعْدَائِهِ - خَيْرُهَا زَهِيدٌ، وَشَرُّهَا عَتِيدٌ، وَجَمْعُهَا يَنْفَدُ - وَمُلْكُهَا يُسْلَبُ، وَعَامِرُهَا يَخْرَبُ، فَمَا خَيْرُ دَارٍ تُنْقَضُ نَقْضَ الْبِنَاءِ، وَعُمُرٍ يَفْنَى فِيهَا فَنَاءَ الزَّادِ، وَمُدَّةٍ تَنْقَطِعُ انْقِطَاعَ السَّيْرِ! اجْعَلُوا مَا افْتَرَضَ اللهُ عَلَيْكُمْ مِنْ طَلَبَتِكُمْ، وَاسْأَلُوهُ مِنْ أَدَاءِ حَقِّهِ مَا سَأَلَكُمْ، وَاسْمَعُوا دَعْوَةَ الْمَوْتِ إِذَا أُذِنَ لَكُمْ، قَبْلَ أَنْ يُدْعَى بِكُمْ. إِنَّ الزَّاهِدِينَ فِي الدُّنْيَا يَبْكِي قُلُوبُهُمْ وَإِنْ ضَحِكَتْ، وَيَشْتَدُّ حُزْنُهُمْ وَإِنْ فَرِحُوا، وَيَكْثُرُ مَقْتُهُمْ أَنْفُسَهُمْ وَإِنِ اغْتَبَطَ بِهَا رِجَالٌ، فَهُوَ قَدْ غَابَ عَنْ قُلُوبِكُمْ ذِكْرُ الْآجَالِ وَحَضَرَتْكُمْ كَوَاذِبُ الْآمَالِ، فَصَارَتِ الدُّنْيَا أَمْلَكَ بِكُمْ مِنَ الْآخِرَةِ، وَالْعَاجِلَةُ أَذْهَبَ بِكُمْ مِنَ الْآجِلَةِ، فَإِنَّمَا أَنْتُمْ إِخْوَانُ عَلَى دِينِ اللهِ، مَا فَرَّقَ بَيْنَكُمْ إِلَّا خُبْثُ السَّرَائِرِ، وَسُوءُ الضَّمَائِرِ، فَلَا تَوَازَرُونَ وَلَا تَنَاصَحُونَ، وَلَا تَبَاذَلُونَ وَلَا تَوَادُّونَ، مَا بَالُكُمْ تَفْرَحُونَ بِالْيَسِيرِ مِنَ الدُّنْيَا تُدْرِكُونَهُ، وَلَا يَحْزُنُكُمُ الْكَثِيرُ مِنَ الْآخِرَةِ تُحْرَمُونَهُ، وَيُقْلِقُكُمُ الْيَسِيرُ مِنَ الدُّنْيَا يَفُوتُكُمْ، حَتَّى يَتَبَيَّنَ ذَلِكَ فِي وُجُوهِكُمْ، وَقِلَّةِ صَبْرِكُمْ، عَمَّا زُوِيَ مِنْهَا عَنْكُمْ، كَأَنَّهَا دَارُ مُقَامِكُمْ، وَكَأَنَّ مَتَاعَهَا بَاقٍ عَلَيْكُمْ، وَمَا يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ أَنْ يَسْتَقْبِلَ أَخَاهُ بِيَدِهِ فَيَنْزِعَهَا مِنْ يَدِهِ إِلَّا مَخَافَةُ أَنْ يَسْتَقْبِلَهُ بِمِثْلِهَا، قَدْ تَصَافَيْتُمْ عَلَى رَفْضِ الْآجِلِ، وَحُبِّ الْعَاجِلِ، وَصَارَ دِينُ أَحَدِكُمُ الْمَعْقَةَ عَلَى لِسَانِهِ صَنِيعُ مَنْ قَدْ فَرَغَ مِنْ عَمَلِهِ وَ

أَحْوَشَ رَضَ سَيِّدَهُ۔

ترجمہ:۔ میں تم کو دنیا سے ڈراتا ہوں۔ یہ وہ مکان ہے جس کی بنیادیں کھوکھلی ہیں والی ہیں۔ یہ آرام کرنے کا گھر نہیں ہے۔ یہ لوگوں کو فریفتہ کرنے کے لیئے مزین ہو رہی ہے اور لوگوں کو اپنی آرائش سے فریب دیتی ہے۔ اپنے رہنے والوں کے لیئے یہ ذلت و

Marfat.com

خواری کا مقام ہے اس کے ملال حرام سے اور بھلائیاں برائیوں سے ملی ہوئی ہیں اس کی حیات موت سے ملی ہوئی ہے اور اس کی شیرینی میں کڑواہٹ ملی ہوئی ہے پروردگار عالم نے اپنے دوستوں کے لیے منتخب نہیں کیا اور اپنے دشمنوں کو اس کی بخشش کرنے میں کمی نہیں کی۔ اس کی بہبودیاں نایاب ہیں اور شرارتیں مہیا ہیں اس کے اموال کا اجتماع نیست و نابود ہونے والا ہے۔ اس کا ملک خراب ہو جانے والا ہے اس کی عمارتیں بہت جلد برباد ہو جائیں گی۔ اس مکان میں کون سی خوبی ہے جس کی بنیادیں گرنے والی ہیں۔ اور اس عمر میں کیا خوبی ہے جو توشہ مادی ختم ہو جانے والی ہے اس مدت میں کیا بہتری ہے جو مسافر کے سفر کی طرح منقطع ہو رہی ہے جو تمہارے مطالب و مقاصد میں سے نہ ہو خدا تعالیٰ نے تم پر فرض کیا ہے اس کو بجا لاؤ۔ تم خدا سے اسی شے کا سوال کرو جو تم سے ادائے حقوق و بھلائی کی نسبت اس نے تم سے سوال کیا ہے۔ موت کی آواز کو گوش دل سے سنو جبکہ اس نے کہا کہ موت تم کو بلائے۔ بالتحقیق کہ دنیا میں رہ کر اس کی طرف رغبت نہ کرنے والوں کے دل روتے رہتے ہیں اگرچہ بظاہر وہ ہنستے ہوں (یعنی خوشی کے سامان مہیا ہوں)۔ ان کا حزن و ملال بہت زیادہ سخت ہوتا ہے اگرچہ وہ بظاہر خوش حال ہوں (یعنی دولت کے سامان مہیا ہوں)۔ ان کا غصہ نفس امارہ زیادہ ہی ہوتا جاتا ہے اگرچہ سامان خوش حالی جو ان کے لیے مقدر کر دیئے گئے ہیں موجود ہوں۔ ان کے دل سے موت کا تصور غائب ہو گیا ہے۔ اور جھوٹی آرزوؤں کا غلبہ تم پر مسلط رہتا ہے تمہیں کارہائے آخرت سے زیادہ دنیاوی امور متحرک کر رہے ہیں اور اس دنیا کے خیال نے آخرت کا خیال تمہارے دلوں سے محو کر دیا ہے۔ خوب سمجھ لو از روئے دین اسلام تم آپس میں بھائی بھائی ہو۔ تمہیں کوئی شے ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتی۔ لیکن تمہارے اندر کی پوشیدہ خباثت اور تمہارے دلوں کی برائیاں تمہیں پراگندگی پر آمادہ کرتی ہیں۔ پس تم ایک دوسرے کا بوجھ نہیں بٹاتے ہو۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا نہیں کرتے۔ آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت نہیں کرتے۔ تمہارا کیا حال ہو گیا ہے۔ دنیا کا مال تمہیں تھوڑا سا مل جائے تو تم خوش ہو جاتے ہو۔ اور وہ اجر کثیر آخرت، جس سے تم محروم کر دیئے جاتے ہو، تمہیں ذرا بھی

Marfat.com

اندوہناک نہیں کرتا۔ اگر دنیا کی ذرا سی چیز تم سے نکل جاتی ہے تو تم مضطرب اور پریشان ہو جاتے ہو۔ اس کا قلق اور اضطراب تمہارے چہروں سے ظاہر ہونے لگتا ہے۔ تمہارے چہروں پر انتہائی بے صبری برسنے لگتی ہے، اس چیز کے سبب سے جو تم سے لے لی جاتی ہے گویا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ دنیا تمہاری ہمیشہ کی سکونت کا مقام ہے۔ اور اس کا مال و متاع ہمیشہ تمہارے پاس باقی رہے گا۔ وہ کون سی چیز ہے جو تم میں کسی فرد واحد کو اس بات سے روکتی ہے کہ اپنے بھائی کا سچا عیب اس کے منہ پر بیان کر دے۔ مگر بات یہ ہے کہ وہ بھی اس سے ڈرتا ہے کہ اس کے عیب بھی اسی طرح بیان کر دیئے جائیں گے۔ اس صورت میں البتہ ترک آخرت اور محبت دنیا پر تم لوگوں میں خالص دوستی پیدا ہو گئی ہے اور تم میں سے ہر ایک کا دین فقط اسی قدر رہ گیا ہے، کہ اسے زبان سے چاٹ لیا جائے (یعنی فقط زبان ہی پر دین کا نام ہے اور دل اعتقاد سے خالی ہے) تمہاری یہ خصلت اس غلام کی خصلت کے مانند ہے، جو اپنے آقا کے کاروبار سے فارغ ہو چکا ہو، اور اس کی خوشنودی حاصل کر لی ہو۔

جناب امام حسن علیہ السلام

جناوہ ابن امیہ نے اپنے مرض موت میں امام حسن علیہ السلام سے استدعا کی کہ کچھ نصائح ارشاد فرمائیں۔ آپؑ نے فرمایا:۔

استعد لسفرك وحصل زادك قبل حلول اجلك واعلم انك تطلب الدنيا والموت يطلبك ولا تحمل هم يومك الذى لم يات على يومك الذى انت فيه واعلم انك لا تكسب من المال شيئا فوق قوتك الا كنت فيه خازنا لغيرك واعلم ان الدنيا فى حلالها حساب وفى حرامها عقاب وفى الشبهات عتاب فانزل الدنيا بمنزلة الميتة خذ منها ما يكفيك فان حلالا لا كنت قد زهدت فيها وان كان حراما لم يكن فيه ورع فاخذت منه كما اخذت من الميتة وان كان العتاب فالعتاب يسير واعمل لدنياك

Marfat.com

کانک تعیش ابداً واعمل لاخرتک کانک تموت غداً واطلب العز بلا عشیرۃ وھیبۃ بلا سلطان فاخرج من ذل معصیۃ اللہ الی عز طاعۃ اللہ عزوجل واذا نازعتک الی صحبۃ الرجال حاجۃ فاصحب من اذا صحبتہ زانک واذا خدمتہ صانک واذا اردت معونۃ اعانک وان قلت صدق قولک وان صلت شد صولک وان مددت یدک بفضل مدھا وان بدت منک ثلمۃ سدھا وان رای منک حسنۃً عدھا وان سالتہ اعطاک وان سکت عنہ ابتداک وان نزلت بک احدی الملمات واساک من لا تاتیک منہ البوائق ولا تختلف علیک منہ الطرائق ولا یخذلک عند الحقائق وان تنازعتما منقسما اثرک۔

ترجمہ:۔ اپنے سفر کے لیئے تیاری کر اور زادِ راہ حاصل کر لے قبل اس کے کہ اجل آئے۔ اور اچھی طرح سمجھ لے کہ تو دنیا کو طلب کرتا ہے، اور موت تجھ کو طلب کرتی ہے اُس دن کا رنج نہ اُٹھا جو ابھی نہیں آیا۔ اور اس کل رنج کو آج کے رنج پر زیادہ نہ کر۔ یاد رکھ! مالِ دُنیا میں سے تُو اپنی ضروریات سے زیادہ نہیں لے سکتا۔ اور باقی مال کا تُو دوسروں کے لیئے چوکیدار ہے۔ یہ بھی سمجھ لے کہ دنیا کے حلال کا حساب ہے حرام کا عذاب ہے اور تیرے شبہات کے لیئے عتاب ہے۔ دنیا کو بمنزلہ مُردار کے سمجھ (جو موجب نفس آدمی خاص حالتوں میں جائز ہو جاتا ہے) اُس میں سے اتنا ہی لے جتنا تیرے لیئے کافی ہو۔ کیونکہ اگر وُہ حلال ہے، تو زیادہ نہ لینے کی وجہ سے تجھے زہدِ دُنیا کا ثواب ملے گا اور اگر اس پر حرام ہونے کا گمان ہے تو تیرے اُوپر بوجھ نہ ہوگا کیونکہ تُو نے اتنا ہی لیا ہے جتنا مردار سے خاص ضرورت کی حالت میں لیا جاتا ہے۔ اور اگر اُس میں عتاب ہے تو وُہ عتاب نرم ہوگا۔ جب تو دُنیا کے امور کی طرف متوجہ ہو تو اس تن دہی کے ساتھ ہو کہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اور جب تو آخرت کے لیئے عمل کرے تو یہ خیال کر کہ کل مرجائے گا۔ اگر تُو چاہتا ہے کہ تجھ کو بغیر اقرباء کی مدد کے عزت ملے اور بغیر حکومت کے لوگوں کے دلوں میں تیری ہیبت ہو تو معصیتِ الٰہی ذلت سے

Marfat.com

نکل کر خداوند عزوجل کی طاعت کی عزت میں آجا۔ اور اگر کوئی حاجت تجھ کو لوگوں سے ملنے پر مجبور کرے تو ایسے شخص سے مل کہ جب تو اس سے ملے، تو تجھے زینت و عزت دے اور تو اس کی غیبت کرے، تو وہ تیری حفاظت کرے۔ اور اگر تجھ کو اس کی اعانت کی ضرورت ہو تو وہ تیری مدد کرے۔ اگر تو کوئی بات کہے، تو اس کو وہ پورا کر دے۔ اگر تو کسی پر حملہ کرے تو وہ تیرے حملہ کو شدید کر دے۔ اگر تو اپنا ہاتھ نیکی کے ساتھ بڑھائے، تو وہ بھی بڑھا دے اگر تجھ سے کچھ نقص یا رخنہ ظاہر ہو تو وہ اس کو بند کر دے۔ اور اگر وہ تجھ سے نیکی دیکھے تو وہ بھی نیکی کو زیادہ کر دے۔ اگر تو اس سے کچھ سوال کرے تو وہ عطا کر دے اور اگر تو اس سے بات کرنی چھوڑے، تو وہ تجھ سے بات کرنے میں ابتداء کرے۔ اگر تجھ پر کوئی مصیبت پڑے یا کسی طرف سے تجھے برائی پہنچے تو اس شخص کی طرف سے تجھے سختیاں نہ پہنچیں اور تیری طرف سے اس کی آنکھ نہ بند ہو۔ اور نہ وہ تجھے مصیبت کے وقت چھوڑ دے۔

جناب امام حسن علیہ السلام نے ایک خطبہ میں فرمایا:۔

یا ابن آدم کف عن محارم اللہ تکن عابدا وارض بما قسم اللہ تکن غنیا واحسن جوار من جاورک تکن مسلما وصاحب الناس بمثل ما تحب ان یصاحبوک به تکن عدلا انه کان بین ایدیکم اقوام یجمعون کثیرا ویبنون مشیدا ویأملون بعیدا اصبح جمعهم بورا وعمارهم خرورا ومساکنهم قبورا یا ابن آدم انک لم تزل فی هدم عمرک منذ سقطت من بطن امک فخذ مما فی یدیک لما بین یدیک فان المومن یتزود والکافر یتمتع۔

ترجمہ:۔ اے فرزند آدمؑ! خداوند تعالیٰ کے محرمات سے بچ تاکہ تو اس کی بندگی (اطاعت) کرنے والا شمار کیا جائے جو خداوند تعالیٰ نے تقسیم رزق کر دیا ہے، اس پر راضی ہو جا تاکہ تو غنی (ہر ایک شے سے مستغنی) ہو جائے۔ اور اپنے ہمسایہ اور ساتھی کے ساتھ نیکی کر تاکہ تجھ کو مومنی ملے۔ اور لوگوں کے ساتھ اس طرح مل کہ جس طرح تو چاہتا ہے کہ لوگ تجھ سے ملیں۔ تو انصاف کر۔ دیکھ تو سہی! تیرے سامنے تجھ سے پہلے جنہوں نے بہت مال جمع کر لیا تھا۔ عالی شان محل بنوائے تھے۔ اور بڑی لمبی چوڑی آرزوئیں رکھتے تھے۔ آخر کار ان کا مجمع ہلاک ہو گیا۔ اور ان کے سارے کام برباد ہو گئے

Marfat.com

اور اُن کے رہنے کی جگہ اُن کی قبر ہو گئی۔ اے فرزندِ آدمؑ اجنبی سے تو اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہے، متواتر تیری عمر کم ہو رہی ہے۔ پس جو تیرے ہاتھ میں ہے اُس سے اپنی آخرت کا زاد بنا۔ کیونکہ مومن آخرت کے لیئے جمع کرتا ہے اور کافر اس سے یہیں فائدہ اُٹھا لیتا ہے"

جنابِ امام حسین علیہ السلام

کشف الغمہ میں جناب امام حسین علیہ السلام کا یہ خطبہ درج ہے:۔

ایھا الناس نافسوا فی المکارم وسارعوا فی المغانم ولا بمعروف لم تعجلوہ واکسبوا الحمد بالبحح ولا تکسبوا بالمطل ذما فنصا یکن لاحد عند احد صنیعتہ رای انہ لا یقوم بشکرھا فاللہ لہ بمکافاتہ فانہ اجزل عطاء واعظم اجرا واعلموا ان حوائج الناس الیکم من نعم اللہ علیکم فلا تملوا النعم فتحور نقما واعلموا ان المعروف مکسب حمدا ومعقب اجرا فلو رایتم المعروف رجلا رایتموہ سمحا حسنا جمیلا یسر الناظرین ولو رایتم اللؤم رایتموہ سمجا مشوھا تنفر منہ القلوب وتغض دونہ الابصار ایھا الناس من جاد ساد ومن بخل رذل وان اجود الناس من اعطی من لا یرجوہ وان اعفی الناس من عفا عن قدرۃ وان اوصل الناس من وصل من قطعہ والاصول علی مغارسھا بفروعھا تسمو فمن تعجل لاخیہ خیرا وجدہ اذا قدم علیہ غدا ومن اراد اللہ تبارک وتعالیٰ منحہ صنیعتہ الی اخیہ عند بھا فی وقت حاجتہ وصرف عنہ من بلاء الدنیا ما ھو اکثر منہ ومن نفس کربۃ مؤمن فرج اللہ عنہ کرب الدنیا والاخرۃ ومن احسن احسن اللہ الیہ واللہ یحب المحسنین۔

ترجمہ:۔ لوگو! عزت اور نیکنامی کے کاموں میں باہم مقابلہ کرو۔ اور منفعت حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جاؤ۔ جس نیکی میں تم نے تاخیر کی پھر اُسے نیکی نہ سمجھو۔ حاجت برآری کر کے تعریف کے قابل بنو۔ ٹال مٹول کر کے مذمت کے مستحق نہ بنو۔

Marfat.com

اگر کوئی شخص کسی پر احسان کرے اور یہ سمجھتا ہو کہ وہ شخص ہمارے احسان کا شکریہ نہ ادا کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے احسان کا بدلہ دے گا اور خدا تو بہت گراں قدر عطیہ اور بڑا معاوضہ دینے والا ہے۔ یہ جان لو کہ لوگوں کا اپنی حاجتیں تمہارے پاس لانا تمہارے لیئے بڑی نعمت ہے۔ لہٰذا اس نعمت سے برداشتہ خاطر نہ ہو ورنہ وہ تمہارے لیئے بجائے نعمت کے وبال بن جائے گی۔ یہ سمجھ لو کہ احسان کر کے انسان مدح و ستائش حاصل کرتا ہے اور بعد میں ثواب بھی پاتا ہے اگر احسان آدمی کی شکل اختیار کرتا تو تم اس کو نہایت حسین و جمیل دیکھتے جسے دیکھ کر دیکھنے والوں کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر بخل انسان کی صورت اختیار کرتا، تو وہ زشت رو اور کریہ المنظر ہوتا جس سے دل متنفر ہوتے ہیں اور آنکھیں اسے دیکھنے سے گریز کرتی ہیں۔ لوگو! جس نے سخاوت کی وہ سردار ہوا۔ جس نے بخل کیا وہ رذیل ہوا۔ اور سب سے زیادہ فیاض وہ شخص ہے جو ایسے کو دے جو اس سے امید نہیں رکھتا ہو۔ اور لوگوں میں سب سے زیادہ عفو کرنے والا وہ شخص ہے، جو قابو پانے کے باوجود معاف کر دے اور لوگوں میں سب سے زیادہ صلہ رحم کرنے والا وہ شخص ہے جو اس کے ساتھ صلہ رحم کرے، جس نے اس کے ساتھ قطع رحم کیا ہو۔ جڑیں اپنے جمنے کی جگہوں میں اپنی شاخوں ہی کے ساتھ بڑھتی ہیں۔ لہٰذا جو شخص اپنے بھائی کے ساتھ بھلائی کرنے میں جلدی کرے گا تو وہ جب خود کسی ضرورت سے مجبور ہو کر اس کے پاس آئے گا تو اپنی بھلائی موجود پائے گا۔ اور جو شخص اپنے بھائی پر احسان کر کے خدا سے اجر کا طالب ہو، تو خدا بھی اس کی ضرورت کے وقت اس کے احسان کا بدلہ دے گا اور دنیا کی اتنی مصیبتیں دور کرے گا جتنی اس نے اپنے بھائی کی دور کی تھیں۔ جو شخص کسی مومن کو رنج سے چھڑائے گا، تو خدا اسے دنیا اور آخرت کے رنج سے نجات دے گا۔ جو شخص دو دلوں پر احسان کرے گا، خدا اس پر احسان کرے گا۔ اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

دنیا کی زندگی کے یہ بہترین اصول ہیں۔ ناظرین غور کریں۔ دنیا سے الگ ہو کر رہبانیت اختیار کرنا، اور ہمالیہ پہاڑوں پر رشی اور منی بن کر زندگی بسر کرنا، یا بدھ کی طرح عورتوں اور بچوں کے علائق کی تکالیف سے گھبرا کر ان سے علیحدہ ہو جانا اچھا ہے، یا اس طرح دنیا میں رہ کر لوگوں کی حاجت برآری کرنا؟ —

Marfat.com

یا ابن ادم تفکر و قل این ملوک الدنیا و این بنوها الذین عمروا خرابها، واحتفروا انهارها، و اغرسوا اشجارها و مدنوا مدائنها، فارقوها کارهون و ورثها قوم اخرون، ونحن بهم عما قلیل لاحقون۔ یا ابن ادم اذکر مصرعك و فی تترك مضجعك و موقفك بین یدی الله، تشهد جوارحك علیك یوم تزل فیه الاقدام و تبلغ القلوب الحناجر و تبیض وجوه، وتسود وجوه و تبدو السرائر و یوضع المیزان القسط، یا ابن ادم اذکر مصارع ابائك و ابنائك کیف کانوا وحیث حلوا و کانك عن قلیل، قد حلت بك وصرت عبرة المعتبر۔ وانشد شعرا۔

این الملوك التی عن حفظها غفلت
حتی سقاها بکاس الموت ساقیها
تلك المدائن فی الافاق خالیة
عادت خرابا وذاق الموت بانیها
اموالنا لذوی الوارث نجمعها
ودورنا لخراب الدهر نبنیها

ترجمہ:۔ اے فرزند آدمؑ غور کر! اور بتا کہ شاہانِ دُنیا اور دُنیا والے کہاں ہیں کدھر گئے وہ لوگ جنہوں نے اس دُنیا کے ویرانوں کو آباد کیا تھا۔ انہوں نے نہریں کھودیں، درخت لگائے، اس کے شہروں کو آباد کیا۔ آخر کار انہیں یہ دُنیا چھوڑنی پڑی درآنحالیکہ وہ اس کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے: اور اُن کی جگہ دوسرے لوگ مالک بن بیٹھے۔ ہم لوگ بھی عنقریب اُن سے جا ملیں گے۔ اے فرزندِ آدم! اپنے بچھڑنے، اور قبر میں لیٹنے اور پھر بروز قیامت خداوند عالم کے سامنے کھڑے ہونے کو یاد کر۔ جہاں تیرے اعضاء تیرے خلاف گواہی دیں گے۔ اس دن جبکہ قدموں کو لغزش ہوگی، اور دل حلق تک آجائیں گے۔ اور بعضوں کے چہرے سفید اور بعضوں کے سیاہ ہوں گے۔ اور دل میں چھپائی ہوئی باتیں ظاہر ہو جائیں گی اور انصاف کی ترازو نصب کی جائے گی۔ اے فرزندِ آدم! اپنے باپ، دادا، اور

Marfat.com

اپنی اولاد کے مرنے کو یاد کرکہ پہلے وُہ کہاں تھے، اور اب کہاں ہیں۔ اور تُو بھی عنقریب اُن کے ساتھ جا ملے گا۔ اور عبرت حاصل کرنے والے کے لیئے نمونۂ عبرت بن جائے گا۔

پھر آپؑ نے اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:-

کہاں ہیں وُہ بادشاہ جو اپنی جانوں کو نہ بچا سکے؛
یہاں تک کہ پلانے والے نے اُن کو مَوت کا جام پلا دیا۔
دُنیا میں اُن کے شہر خالی ہیں؛
اور ویران ہو رہے ہیں اور اُن کے بنانے والے نے موت کا مزہ چکھ لیا۔
ہم اپنے مال اپنے وارثوں کے لیئے جمع کرتے ہیں،
اور اپنے گھر زمانہ کے بگاڑنے کے لیئے بناتے ہیں۔

یہ خطبہ تاریخ ابن عساکر سے لیا گیا ہے:-

قال بعد الحمد والثناء عباد الله! اتقوا الله وكونوا من الدنيا على حذر فان الدنيا لو بقيت لاحد وبقي عليها احد لكانت الانبياء احق بالبقاء واولى بالرضاء وارضى بالقضاء غير ان الله خلق الدنيا للبلاء وخلق اهلها للفناء فجديدها بال ونعيمها مضمحل وسرورها مكفهر والمنزل بلغة والدار قلعة فتزودوا فان خير الزاد التقوى

ترجمہ:- بندگانِ خدا! خدا سے ڈرو، اور اس دنیا سے ہوشیار رہو۔ اگر یہ دُنیا کسی کے لیئے ہمیشہ باقی رہتی، اور دنیا میں کوئی ہمیشہ باقی رہ سکتا تو انبیاءؑ ہمیشہ باقی رہنے کے زیادہ حقدار تھے۔ اور اس بات کے زیادہ مستحق تھے کہ ہر بات اُن کی مرضی کے مطابق ہو، اور وُہ سب سے زیادہ تقدیر کے فیصلے اپنی پسند کے مطابق پاتے۔ مگر خدا نے اس دُنیا کو بلا و مصیبت ہی کے لیئے خلق کیا ہے، اور اس دُنیا کے لوگوں کو فنا ہو جانے کے لیئے۔ دُنیا کی ہر نئی چیز کہنہ ہو جانے والی ہے، اور اس کی نعمتیں فرسودہ ہو جاتی ہیں۔ اس کی خوشی تو نمائشی خوشی ہے۔ یہ ایک دُوسری منزل کا پیش خیمہ ہے، اور ناقابلِ سکونت گھر ہے۔ لہذا اس دُنیا سے زادِ راہ فراہم کر لو، اور بہترین زادِ راہ تقوےٰ ہے۔

Marfat.com

ایک دفعہ آپؑ سے کہا گیا کہ اے فرزندِ رسولؐ آپؑ نے کس طرح صبح کی؟ تو آپؑ نے فرمایا۔

"اصبحت ولی ربی فوقی والنار امامی والموت یطلبنی والحساب محدق بی، وانا مرتھن بعملی، لا اجد ما احب، ولا ادفع ما اکرہ، والامور بید غیری فان شاء عذبنی وان شاء عفی عنی فای فقیر افقر منی"۔

ترجمہ:۔ میں نے اس طرح صبح کی کہ میرا پروردگار میرے اُوپر ہے۔ آتشِ جہنم میرے سامنے ہے، موت میری طلبگار ہے، اور حساب میرے اوپر نگاہ جمائے ہوئے ہے۔ میں اپنے اعمال کا اسیر ہوں۔ جو چاہتا ہوں پاتا نہیں، اور جس سے بیزار ہوں اُس کو اپنے سے دُور نہیں کر سکتا۔ میرے کل امور دوسرے کے ہاتھ میں ہیں۔ وُہ چاہے تو مجھ پر عذاب کرے، اور چاہے تو معاف کر دے۔ لہٰذا مجھ سے زیادہ نادار و مجبور اور کون ہو سکتا ہے۔

آئمہؑ کا طرزِ بیان ایسا ہوتا تھا کہ جس سے دوسروں کو نصیحت ہو، اور ہدایت حاصل کریں۔ لہٰذا جو کچھ کہتے تھے، اپنے اُوپر رکھ کر کہتے تھے

مؤرخ مسعودی مروج الذہب میں لکھتا ہے کہ متوکل عباسی سے کسی نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی چغلی کی اور کہا کہ ان کے پاس بہت اسلحہ و مال ہے اور اب یہ تیرے خلاف خروج کرنے والے ہیں۔ اُس نے ترکوں کی ایک جماعت رات کے وقت آپؑ کے پاس بھیجا، کہ گرفتار کر کے لائیں۔ وُہ جماعت جب آپؑ کے مکان پر پہنچی، تو دیکھا کہ آپؑ عبادتِ الٰہی میں مشغول ہیں۔ اور قرآن شریف کی آیات کا ورد ہے بالوں کا کمبل اوڑھے ہوئے تھے، اُسی حالت میں وُہ لوگ آپؑ کو متوکل کے پاس لے گئے اور کہا، کہ کوئی مشتبہ شے آپ کے مکان میں نہیں ملی۔ اور آپ کی عبادت کا حال سُنایا۔ اُس نے عزت سے آپ کو اپنے پاس بٹھایا۔ متوکل اُس وقت شراب خواری میں مشغول تھا، اور جامِ شراب گردش کر رہا تھا۔ متوکل نے ایک جامِ شراب آپؑ کو پیش کیا۔ جناب امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے معاف رکھا جائے۔ آج تک شراب نے میرے خون و گوشت کو مَس نہیں کیا۔ اُس نے کاسۂ شراب پر اصرار نہ کیا۔

Marfat.com

لیکن کہا کہ کچھ اشعار سُنائیے۔ آپؑ نے کہا میں شعر تو نہیں کہا کرتا۔ متوکل نے کہا کہ نہیں شعر تو ضرور کہتے ہوں گے۔ اس پر آپؑ نے مندرجہ ذیل اشعار اُسی وقت انشاء کرکے سنائے۔ یہ اشعار بھی مسعودی نے نقل کئے ہیں۔ "مروج الذہب مسعودی طبع مصر الجزء الرابع ص۴۴"

وہ اشعار یہ ہیں:-

(۱) باتو علی قلل الاجبال تحرسہم! غُلبُ الرجال فما اغنتہم القلل
(۲) واستنزلوا بعد عز عن معاقلہم فاودعوا حُفراً یا بئس ما نزلوا
(۳) نادٰہم صارخ من بعد ما قبروا این الاساور والتیجان والحلل
(۴) این الوجوہ التی کانت منعمۃ من دونہا تضرب الاستار والکلل
(۵) فافصح القبر عنہم حین ساءلہم تلک الوجوہ علیہا الدود یقتتل
(۶) قد طالما اکلوا دہراً وما شربوا فاصبحوا بعد طول الاکل قد اکلوا
(۷) وطالما عمروا دوراً لتحصنہم ففارقوا الدور والاہلین وانتقلوا
(۸) وطالما کنزوا الاموال وادخروا فخلفوہا علی الاعداء وارتحلوا
(۹) اضحت منازلہم قفراً معطلۃ وساکنوہا الی الاجداث قد رحلوا

ترجمہ:- (۱) وُہ لوگ بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہتے تھے جہاں لوگوں کی رسائی دشوار تھی اور جماعتیں اُن کی حفاظت کرتی تھیں۔ لیکن اُن کی بلند چوٹیوں نے بھی اُن کو کچھ فائدہ نہ پہنچایا۔

(۲) اس شان و شوکت کے بعد وُہ اپنی بلند پہاڑوں کی پناہ گاہوں سے نیچے اُتار لیئے گئے۔ اور ایک گڑھے میں ڈال دیئے گئے۔ کیا خراب جگہ ہے جہاں وُہ آ گئے۔

(۳) ان کے دفن ہونے کے بعد ایک ندا دینے والے نے ندا دی کہ کہاں ہیں وُہ سونے چاندی کے ڈھیر، اور وُہ تاج و قیمتی لباس۔

(۴) وُہ چہرے جو ناز و نعم میں رہتے تھے، اور جن کے سامنے ستار و طنبورے بجتے تھے، اب کہاں ہیں۔

(۵) جب اُن کی قبر نے ذرا سا پردہ ہٹایا کہ یہ ہیں وُہ چہرے جن کے کھانے کے لیئے

Marfat.com

کیڑے آپس میں لڑ رہے ہیں۔

(۶) ایک زمانہ تک عیش وعشرت میں کھاتے پیتے رہے، لیکن آج وُہ خود کھائے جا رہے ہیں۔

(۷) ایک زمانہ تک اُنہوں نے محل آباد کیئے تاکہ محلوں میں اُنہیں امن ملے۔ لیکن پھر اُنہیں اپنے محل اور اہل وعیال چھوڑنے پڑے۔

(۸) ایک زمانہ تک اُنہوں نے مال جمع کیا، اور اس کا ذخیرہ لگایا۔ لیکن پھر ان خزانوں کو اپنے دشمنوں پر تقسیم کرکے خود چلتے بنے۔

(۹) ان کے رہنے کے گھر غیر آباد اور ویران ہو گئے اور ان گھروں کے رہنے والے قبروں میں اُتار دیئے گئے"۔

وہ شخص کتنا شقی ہوگا جو ان معلمان اسلام کی اس تعلیم کے بعد بھی اس دُنیائے فانی میں دل لگائے، اور ناجائز طریقوں سے اُس کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اور اپنی موت اور اپنے انجام سے غافل رہے اور اصلی اور حقیقی ابدی زندگی کو بھول جائے۔ ایک ایک لفظ دل پر اُس نشتر کا کام کرتا ہے جس سے زخم کی پیپ اور مواد نکالا جاتا ہے۔ بار بار ان کو پڑھنا چاہیئے تاکہ صفاء قلب اور جلاء نظر ایسی روشن ہو جائے، کہ پھر اُس پر نہ زنگ آئے اور نہ کوئی پردہ حائل ہو۔ لیکن انسان کی خلقت، اُس کی زندگی اور یہ دُنیا عبث نہیں ہیں۔ ان کو ترک کرنے کی اسلام میں ممانعت ہے۔ خودکشی اور رہبانیت کی اجازت اسلام نہیں دیتا۔ امتزاجِ دین و دنیا ہی اسلام کا مابہ الامتیاز ہے۔ اس ہی دنیا میں رہ کر اور اس کے مکروہات پر صبر کرکے آزمائش کی سیڑھیوں سے غیر فانی نعمتوں کے ملک میں انسان پہنچ سکتا ہے۔

اسلام ترکِ دنیا اور عشقِ دنیا دونوں کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ اور اپنے اٹل اصول یعنی عدل کی پابندی کراتا ہے۔ خیر الامور اوسطہا۔ اہل تصوف دردِ دل کی بہت تعریف کرتے ہیں لیکن وُہ بھی حد اعتدال سے نہ بڑھے کہ جس کو دیکھا رو دیئے۔ رہبانیت کے تتبع میں مسلمان حکماء و شعراء اور "اہلِ دل" کہتے ہیں کہ دنیا کو چھوڑنا ہی بہت بڑا تقویٰ ہے۔ چنانچہ ایک شاعر نے نہایت اچھے الفاظ میں ترکِ دُنیا کی تعریف اس طرح کی ہے:

از جہاں محزوں بریدو روئے دردِ ویرانہ کرد ؎ کم کند عاقل چنیں کارے کہ ایں دیوانہ کرد

Marfat.com

مذہب تو ہر فرد کے لیئے ہوتا ہے۔ سب ہی دُنیا کو چھوڑ کر ویرانہ میں چلے جائیں تو پھر ویرانہ آباد ہو کر وہ ہی دنیا ہو جائے۔ اور قطع تعلق کے سلسلہ میں شادی معاملات بند ہوں تو دُنیا ہی نیست و نابود ہو جائے۔ لیکن یہ مشیت ایزدی نہیں ہے۔ دُنیا کے علائق سے گریز کرنا بزدلی ہے۔ اور پھر دُنیا چھوڑ کر بھی تو خوشی نہیں ملتی۔ خداوند تعالےٰ نے دنیا کو اس حکیمانہ طریقہ سے بنایا ہے کہ اس کی تکالیف ہی میں ایسی دلچسپی کی آمیزش کر دی ہے کہ لوگ اُن تکالیف کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اولاد سے جو تکالیف مرد و عورت دونوں کو ہوتی ہے ظاہر ہے۔ لیکن اولاد نہ ہو تو لوگ اُس کی تلاش میں سرگردان رہتے ہیں۔ عورت و مرد کی صحبت ہی بہت سے غم و الم کا باعث ہوتی ہے لیکن لوگ جوانی کو روتے ہیں اور جب وہ جاتی ہوئی نظر آتی ہے، تو ہر ایک جتن سے اُس کا دامن گھسیٹ کر اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہیں۔ اور جب شگوفہ کے کھلنے سے بدن پھوٹ نکلتا ہے، تو خدا کو الزام دینے لگتے ہیں۔ یہ معجزہ ہے اور قدرت و حکمت الٰہی کا نمونہ ہے کہ ان مصائب و تکالیف دُنیا ہی میں دلآویزی موجود ہے۔ ایسی دلآویزی کہ کوئی شخص اپنی خوشی سے مرنا نہیں چاہتا۔ ظاہر ہے کہ مشیت ایزدی یہ ہے کہ دُنیا چلے۔ نہ یہ کہ سب لوگ ترک دنیا کر کے دنیا کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ ترک دُنیا کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ خدا کی رضا ملی، اور نہ خوشی حاصل ہوئی۔ حکیم اسلام حضرت علی علیہ السلام دنیا کی زندگی کے فوائد اس طرح بیان کرتے ہیں:۔ ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ البصری متوفی ۲۵۵ھ نے اپنی کتاب المحاسن والاضداد کے صفحہ ۱۳۲ پر جناب امیر علیہ السلام کا یہ خطبہ زیر عنوان محاسن فضل الدنیا نقل کیا ہے۔

الدنیا دار صدق لمن صدقہا ودار عافیۃ لمن فہم فیہا ودار غنی لمن تزود منہا مسجد انبیاء اللہ ومہبط وحیہ، ومصلی ملائکتہ ومتجر اولیائہ یکسبون فیہا الرحمۃ ویربحون فیہا الجنۃ فمن ذا یذمہا وقد آذنت ببینہا ونادت بفراقہا ونعت نفسہا وشوقت بسرورہا الی السرور وببلائہا الی البلاء تخویفاً وتحذیراً ترغیباً وترہیباً، فیا ایہا الذام للدنیا والمغتر بغرورہا متی غرتک بمصارع آبائک من البلی ام بمضاجع امہاتک تحت الثری؟ کم علجت بکفیک وکم مرضت بیدیک تبتغی لہم الشفاء وتستوصف لہم الاطباء وتلتمس لہم الدواء؟ لم تنفعہم بطلبتک ولم تشفعہم بشفاعتک ولم تستشفعہم باستشفائک بطبک مثلت بہم الدنیا مصرعک ومضجعک حیث

Marfat.com

بکاؤک ولا یغنی عنک احباؤک ثم التفت الی قبور ھناک فقال: یا اھل الثراء والعز الا فزواج قد نکحت والاموال قد قسمت والدور قد سکنت ھذا خبر ما عندنا فما خبر ما عندکم؟ ثم قال لمن حضر واللہ لو اذن لھم لاجابوا بان خیر الزاد التقوی وانشد:۔

مَا اَحْسَنَ الدُّنْیَا وَاِقْبَالَھَا! اِذَا اَطَاعَ اللّٰہَ مَنْ نَالَھَا
مَنْ لَمْ یُوَاسِ النَّاسَ مِنْ فَضْلِھَا عَرَّضَ لِلْاَدْبَارِ اِقْبَالَھَا

ترجمہ:۔ دُنیا دار صداقت ہے اُس شخص کے لیئے جس نے اس کی حقیقت کو پہچانا۔ اور دار عافیت ہے اُس شخص کے لیئے جس نے اُس میں غور و فکر کر کے اُس کو سمجھا۔ دارِ دولت ہے اُس شخص کے لیئے جس نے اس میں سے عاقبت کے لیئے زادِ عقبیٰ جمع کیا۔ یہ انبیاء اللہ کے سجدہ کرنے کی جگہ ہے، اور اُس کی وحی کے نزول کا مقام ہے۔ اُس کے ملائکہ کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ اور اُس کے دوستوں کی تجارت کی جگہ ہے جہاں وہ خدا کی رحمت حاصل کرتے ہیں۔ اور نفع میں جنت لیتے ہیں۔ پھر کیوں اس کی مذمت کی جائے۔ درآنحالیکہ دُنیا نے اپنے (پرستاروں کو محبت کرنے والوں کو) اس صورت سے طلب کیا ہے کہ اپنی مفارقت کی بھی منادی کر دی ہے۔ اور اپنے فنا ہونے کی سُنانی بھی سُنا دی ہے۔ اور اپنی راحتوں کی طرف شوق بھی دلایا ہے۔ اور اپنی بے شمار آفات کی طرف بھی توجہ دلا دی ہے۔ دنیا خوف دلانے والی بھی ہے، ڈرانے والی بھی ہے اور رغبت بھی دلاتی ہے۔ اور خوفزدہ بھی کرتی ہے۔ پس اے مذمت کرنے والے، دنیا کے اور اس کے مکر سے فریفتہ ہونے والے کیا تجھ کو دھوکہ میں ڈال دیا ہے۔ تیرے آباء کی موت نے یا تیری ماؤں کے زیرِ خاک دفن ہو جانے نے (یعنی اے مذمت کرنے والے کیا تو اس وجہ سے دنیا کی مذمت کرتا ہے) اور (اے دنیا کی زینت کے مکر میں آنے والے) کیا تو نہیں دیکھتا کہ کتنی مرتبہ تُو نے بیماروں کی تیمارداری کی ہے اور کتنے مریضوں کا اپنے ہاتھ سے علاج کیا ہے کہ اُن کو شفا ہو جائے، اور کتنی مرتبہ تُو نے اُن کے لیئے طلب کیا ہے، اور اُن کے لیئے دوا مہیا کی ہے۔ لیکن تیری کوششوں نے فائدہ نہ پہنچایا اور نہ تیری شفاعت نے اُن پر کچھ اثر کیا۔ اور نہ تیری تیمارداری نے کوئی شفا بخشی۔

پھر آنجناب اُن قبروں کی طرف متوجہ ہوئے جو وہاں موجود تھیں، اور فرمایا:۔

Marfat.com

"اے اہلِ ثروت عزت! تمہاری ازواج سے لوگوں نے نکاح کر لیئے، تمہارے اموال تقسیم کر لیئے گئے، تمہارے گھروں میں اور لوگ ساکن ہو گئے۔ یہ تو خبر ہماری طرف سے ہے جو ہم تم کو دیتے ہیں، اب تمہاری طرف سے کیا خبر ہے؟ پھر ان لوگوں سے فرمایا جو وہاں موجود تھے۔ کہ واللہ! اگر ان کو اجازت مل جائے تو البتہ یہ جواب دیں کہ بتحقیق کہ بہترین توشہ تقوٰے ہے۔ اور یہ شعر پڑھا:-

کس قدر اچھی ہے دنیا اور اُس کا آنا جبکہ خدا کی اطاعت کرے وُہ شخص، جس کو وہ حاصل ہو جائے۔ لیکن اگر وُہ اُس کی نعمتوں سے لوگوں کی مدد نہ کرے، تو اُس نے پلٹ دیا دنیا کے حصول کو اُس کی واپسی سے۔ یعنی اُس کا نہ حاصل ہونا ہی اُس کے لیئے بہتر تھا"

دنیا کی اصلی حقیقت اور حالت اس سے بہتر الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ دُنیا میں انسان کی زندگی کے مقصد اور طریقۂ رہائش کو کیسے عمدہ الفاظ میں بیان فرمایا ہے اور اشعار میں اُس کا خلاصہ رکھ دیا ہے۔ دنیا بہترین جگہ ہے، حصول امن و دوام کا ذریعہ ہے، اگر اس میں خوفِ خدا اور اُس کے اوامر و نواہی کی پابندگی میں زندگی گزاری جائے۔ دنیا بدترین جگہ ہے اگر اُس میں انہماک ہے، اور اُس کی زینت سے عشق ہے۔ تو اس کا نتیجہ غفلت اور عاقبت کا عذاب ہے۔

حصۂ اول خداوند تعالےٰ کے فضل و کرم سے ختم ہوُا۔ اس کے بعد حصۂ دوم شروع ہوتا ہے۔ اس میں انشاء اللہ اُن تمام ارکانِ حیات ابدی کا تذکرہ ہو گا جو اس کتاب کے صفحہ پر جدول کی صورت میں لکھے گئے ہیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

عبدہ المذنب!

"محمد سلطان مرزا"

Marfat.com

حقوق محفوظ

فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۳:۱۸۵ ب

فلسفۂ اسلام

حصہ اوّل

جس میں

(۱) دیارِ عالم فلسفۂ یونان و ایران و ہندوستان و مصر اور حالات و معاشرت و تہذیب اقوامِ ماضی مثلاً اہلِ بابل، آشوریا، فینیقیا، مصر و جزیرہ قریطہ، چین وغیرہم کو وضاحت سے بیان کرکے انکا مقابلہ فقہ و فلسفۂ اسلام سے کیا گیا ہے جس سے حقیت و افضلیت اسلام عیاں ہے۔
(۲) ارشادات قرآن و تعلیمات ائمہ علیہم السلام کو معقول مقامات پر شرح و بسط کیساتھ بیان کیا گیا ہے۔
(۳) دہریت کے نظریات و معتقدات کی تردید باحسن دلائل کی گئی ہے (۴) آیاتِ فطرت سے کواکب و ارض و سموات کیطرف دلالت کیگئی ہے اور اس ضمن میں علم اجرامِ فلکی و علم طبیعیات و تخلیق کائنات و ابتداءِ حیات و گردشِ ثوابت و سیارگان و اثرِ شعاعِ عالمی و تقلیبِ معدنیات و اختلافِ خلقت کو دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے اور سائنس کی لاعلمی کو ہر مناسب موقعہ پر عیاں کیا گیا ہے ——— !

تالیف

آغا محمد سلطان مرزا ایم اے، ایل ایل بی۔ ڈسٹرکٹ و سیشن جج ریٹائرڈ جسٹس اودھ چیف کورٹ لکھنؤ، ممبر پبلک سروس کمیشن کراچی و نوٹری پبلک کراچی۔ سابق آنریری سیکرٹری پاکستان نیشنل سول سروس جوڈیشل برانچ پنجاب سابق ممبر کورٹ اودھ یونیورسٹی۔
مؤلف ابلاغ المبین، نور المشرقین من حیاۃ الصادقین، کتاب التعریف والتحریف فی الاسلام، کتاب سیرۃ فاطمۃ الزہراؑ۔ وغیرہ وغیرہ!

ناشر

امامیہ کتب خانہ

حلقہ ۲ ——— مغل حویلی ——— لاہور ۸

Marfat.com